فہم القرآن سیریز نمبر 1
سورۃ سیریز

سُوۡرَۃُ الۡوَاقِعَۃ

قُرۡاٰنًا عَجَبًا

سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

تفسیر سورۃ الواقعہ

نگہت ہاشمی

تفسیر سورۃ الواقعہ

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : تفسیر سورۃ الواقعہ

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : اپریل 2009ء

طبع دوم : اپریل 2018ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب وذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال وجواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبۡقِيۡ وَ لَا تَذَرُ ۝٢٨ لَوَّاحَةٌ لِّلۡبَشَرِ ۝٢٩ عَلَيۡهَا تِسۡعَةَ عَشَرَ ۝٣٠﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وُہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسادینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَةُ ۝١٢ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝١٣ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِيۡ يَوۡمٍ ذِيۡ مَسۡغَبَةٍ ۝١٤ يَّتِيۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍ ۝١٥ اَوۡ مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ۝١٦ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ ۝١٧﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلاَّ مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری:6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قُرۡاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب کی بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

اٰیاتھا ۹۶ ۵۶ سُوْرَۃُ الْوَاقِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۴۶ رکوعاتھا ۳

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کے تین رکوع اور 96 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 56 ویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 46 ویں سورت ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ تو بوڑھے ہوگئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے سورۃ ہود، سورۃ الواقعہ، سورۃ المرسلات، سورۃ النبا اور سورۃ التکویر نے بوڑھا کردیا ہے۔'' (ترمذی: 3297)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے رات کو سورہ واقعہ کی تلاوت کی اسے کبھی فاقہ کی نوبت نہ آئے گی۔'' سورۃ الواقعہ سورۃ الغنٰی (تونگری کی سورہ ہے) تم اسے خود بھی پڑھا کرو اور اپنے بچوں کو بھی سکھاؤ۔'' (ابن عساکر) (اشرف الحواشی: 637/1)

رکوع نمبر 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾

''جب واقع ہونے والی واقع ہوجائے گی'' (1)

سوال: ﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ ''جب واقع ہونے والی واقع ہوجائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ ''جب واقع ہونے والی واقع ہوجائے گی'' واقعہ قیامت کے ناموں میں سے ہے کیونکہ اس کے قیام اور وقوع میں یقین ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1982/2)

(2) (i) قیامت کے لازماً واقع ہونے کی وجہ سے اس کا نام الواقعہ ہے۔ (ii) الواقعہ ہر قسم کے شک کو ختم کردیتا ہے۔ اس لئے الواقعہ کے نام سے قیامت کو موسوم کیا گیا۔ (iii) الواقعہ کا نام انسان کو یقین دیتا ہے۔ اس لئے قیامت کا نام الواقعہ ہے کیونکہ قیامت یقینی امر ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ ''تو اُس دن واقع ہونے والی واقع ہوجائے گی۔'' (الحاقۃ: 15)

﴿لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ﴾

''اُس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے'' (2)

سوال: ﴿لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ﴾ ''اُس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ﴾ ''اُس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے''، یعنی جب اللہ تعالیٰ قیامت قائم کرنا چاہے گا تو کوئی اسے ٹالنے والا اور جھٹلانے والا نہ ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ﴾ ''اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو قبل اس سے کہ وہ دن آئے جس کے اللہ تعالیٰ سے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں۔ اُس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی انکار کی کوئی صورت ہوگی۔'' (الشوریٰ:47)

(2) ﴿سَاَلَ سَاۗىِٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ﴾ ''سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا ہے۔ کافروں کے لیے، اُس کو ہٹانے والا کوئی نہیں۔'' (المعارج:2,1)

﴿خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ﴾

''پست کرنے والی، بلند کرنے والی ہے'' (3)

سوال 1: ﴿خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ﴾ ''پست کرنے والی، بلند کرنے والی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ﴾ ''پست کرنے والی، بلند کرنے والی ہے''، یعنی قیامت کا واقعہ کچھ لوگوں کو اسفل السافلین تک پہنچا دے گا اور کچھ کو اعلیٰ علیین کی بلندیوں تک پہنچائے گا۔

(2) ابن ابی حاتم نے سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قیامت اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو آگ میں گرائے گی اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو جنت کی بلندی تک پہنچائے گی۔ (فتح القدیر:5/186)

سوال 2: پستی اور بلندی کا کیا مطلب ہے؟

جواب: پستی کا مطلب ذلت اور بلندی کا مطلب عزت ہے۔

سوال 3: قیامت کس کو پست کردے گی؟

جواب: قیامت اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کو پست کردے گی یعنی کفر کرنے والوں کو قیامت ذلیل ورسوا کردے گی۔

سوال 4: قیامت کس کو بلند کردے گی؟

جواب: قیامت اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں کو بلند کردے گی۔ یعنی اہلِ ایمان کو، اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزاروں کو وہاں معزز مقام ملے گا۔

﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا﴾

''جب زمین سخت ہلا دی جائے گی'' (4)

سوال: ﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا﴾ ''جب زمین سخت ہلا دی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا﴾ ''جب زمین سخت ہلا دی جائے گی'' یعنی جب قیامت آئے گی تو زمین پر خوب زلزلے آئیں گے جو مقامی طور پر نہیں بلکہ عالمی طور پر آئیں گے۔ تب ساری زمین ہچکولے کھانے لگے گی۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، یقینا قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔'' (الحج:1)

(3) ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾ ''جب زمین پوری شدت سے ہلا دی جائے گی اس کا سخت ہلایا جانا۔'' (الزلزال:1)

﴿وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا﴾

''اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے، خوب ریزہ ریزہ کیا جانا'' (5)

سوال: ﴿وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا﴾ ''اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے، خوب ریزہ ریزہ کیا جانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا﴾ ''پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے، خوب ریزہ ریزہ کیا جانا'' یعنی پہاڑوں کی زمین پر گرفت ڈھیلی پڑ جائے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِیْبًا مَّهِیْلًا﴾ ''جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ بھربھری ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔'' (المزمل:14)

(2) ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ (۱۳) وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً (۱۴)﴾ ''چنانچہ جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھایا جائے گا اور دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک ہی بار ٹکرا دینا۔'' (الحاقۃ:14,13)

﴿فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا﴾

''چنانچہ وہ اڑتا ہوا غُبار بن کر رہ جائیں گے'' (6)

سوال: ﴿فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا﴾ ''چنانچہ وہ اڑتا ہوا غُبار بن کر رہ جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا﴾ ''چنانچہ وہ اڑتا ہوا غبار بن کر رہ جائیں گے'' یعنی پہاڑوں کے پتھر ایک دوسرے پر گر کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر ہوا پہاڑوں کے ذرات کو اڑا لے جائے گی۔ اس طرح ان کا وجود غبار ہو جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾ ''اور پہاڑ دُھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہو جائیں گے۔'' (القارعہ:5) کیا اس وقت زمین پر کسی کا رہنا ممکن

ہوگا؟

(2) زمین پر نہ پہاڑ رہے گا نہ کھائیاں بس ہموار چٹیل میدان ہوگا۔

﴿وَّ كُنۡتُمۡ اَزۡوَاجًا ثَلٰثَةً﴾

''اورتم تین قسموں میں ہوجاؤ گے'' (7)

سوال: ﴿وَّ كُنۡتُمۡ اَزۡوَاجًا ثَلٰثَةً﴾ ''اورتم تین قسموں میں ہوجاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّ كُنۡتُمۡ اَزۡوَاجًا ثَلٰثَةً﴾ ''اورتم تین قسموں میں ہوجاؤ گے'' یعنی تم اپنے اعمال کے اعتبار سے تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَيۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ﴾ ''پھر ہم نے اس کتاب کا وارث اُن لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمایا چنانچہ اُن میں سے کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، اوران میں سے کوئی میانہ رَو ہے اور کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، یہی بہت بڑا فضل ہے۔'' (فاطر:32)

(3) قیامت کے دن لوگ مقرب، اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال میں تقسیم ہوجائیں گے۔

﴿فَاَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ﴾

''پس دائیں ہاتھ والے، کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!'' (8)

سوال1: ﴿فَاَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ﴾ ''پس دائیں ہاتھ والے، کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ﴾ ''پس دائیں ہاتھ والے'' یعنی جن لوگوں کوان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔

(2) ﴿مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ﴾ ''کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!'' یعنی دائیں ہاتھ والے کیا ہی خوب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو سیدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی دائیں کروٹ سے نکلے۔ یہ تمام جنتی ہیں جو دائیں جانب چلائے جائیں گے۔

(3) دائیں ہاتھ والوں یعنی اہل جنت کی خوش نصیبی اور خیر و برکت کا کیا کہنا۔ اوران کے حالات کی برتری کو یہ سوال ظاہر کر رہا ہے۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب جگہ ملے گی۔

سوال2: دائیں ہاتھ والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: دائیں ہاتھ والوں سے مراد مومن ہیں۔

سوال3: مومنوں کو دائیں ہاتھ والا کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: (1) مومنوں کا اعمال نامہ اُن کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس لئے انہیں دائیں ہاتھ والے کہا گیا ہے۔

(2) دایاں ہاتھ خوش بختی کی علامت ہے اور دائیں ہاتھ والے کامیاب ہونے کی وجہ سے خوش بخت ہوں گے۔

﴿وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ﴾

''اور بائیں ہاتھ والے کیا ہی برے ہیں بائیں ہاتھ والے!''(9)

سوال1: ﴿وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ﴾ ''اور بائیں ہاتھ والے کیا ہی برے ہیں بائیں ہاتھ والے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ﴾ ''اور بائیں ہاتھ والے'' یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔اور بائیں جانب چلائے جائیں گے۔ یہ عام جہنمی لوگ ہوں گے۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ﴾ ''اے اللہ ہمیں جہنم سے بچا۔''

(2) ﴿مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ﴾ ''کیا ہی برے ہیں بائیں ہاتھ والے!'' بد بخت گروہ والوں کی شقاوت کا نہ پوچھو، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بائیں جانب کھڑا کرے گا۔

سوال2: بائیں ہاتھ والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: بائیں ہاتھ والوں سے مراد کافر ہیں۔

سوال3: کافروں کو بائیں ہاتھ والا کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: کافروں کو بائیں ہاتھ والا اس لئے کہا گیا کہ اُن کا نامۂ اعمال انہیں بائیں ہاتھ میں پکڑا یا جائے گا۔

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ﴾

''اور جو سبقت لے جانے والے تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں''(10)

سوال: ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ﴾ ''اور جو سبقت لے جانے والے تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ﴾ ''اور جو سبقت لے جانے والے تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں'' اس سے مراد خاص مومن ہیں۔ یہ تیسری قسم کے لوگ ہیں جو دوسروں سے سبقت لے جانے والے ہیں۔ سابقون ایمان میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ سابقون

نیکی کے کاموں میں دوسروں سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے ہیں۔

(2) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ تم جانتے ہو کہ قیامت کے روز ظل اللہ کی طرف سبقت کرنے والے کون لوگ ہوں گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو حق کی طرف دعوت دی جائے تو اس کو قبول کریں اور جب ان سے حق مانگا جائے تو ادا کر دیں اور لوگوں کے معاملات میں وہ فیصلہ کریں جو اپنے حق میں کرتے ہیں۔ (مسند احمد)

(3) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ سابقین سے مراد انبیاء ہیں، ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے دونوں قبلوں یعنی بیت المقدس اور بیت اللہ کی طرف نماز پڑھی ہے وہ سابقین ہیں اور سیدنا حسن وقتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر امت میں سابقین ہوں گے، بعض مفسرین نے فرمایا کہ مسجد کی طرف سب سے پہلے جانے والے سابقین ہوں گے۔ (تفسیر معارف القرآن: 270/8)

(4) یہ وہ لوگ ہیں جو انبیاء کی دعوت میں سبقت کرنے والے، بھلائیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔'' (آل عمران: 133)

(5) ﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ ''دوڑو اپنے رب کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جتنی ہے، اُن لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے۔'' (الحدید: 21)

﴿اُولٰۗىِٕكَ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾

''یہی لوگ مقرب ہیں'' (11)

سوال: ﴿اُولٰۗىِٕكَ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ ''یہی لوگ مقرب ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰۗىِٕكَ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ ''یہی لوگ مقرب ہیں'' سابقون کو ربّ تعالیٰ کے قرب کی نعمت سے نوازا جائے گا۔ یہ قرب سب سے بڑا اعزاز ہے۔ (2) سابقون سدا بہار جنتوں میں ہوں گے۔ اعلیٰ علیین میں بلند مقام پر ہوں گے۔

﴿فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾

''نعمت بھری جنتوں میں ہیں'' (12)

سوال: ﴿فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ﴾ ''نعمت بھری جنتوں میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ﴾ ''نعمت بھری جنتوں میں ہیں''، یعنی نعمتوں بھرے دائمی باغات میں ہوں گے۔

(2) مقرب لوگوں کی بہت عزت کی جائے گی۔ (ایسر التفاسیر:1568) ان کے درجات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند ہوں گے۔ (فتح القدیر:183/5)

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک خیمے میں تقریباً چالیس آدمی ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ تمھاری تعداد اہل جنت کی چوتھائی ہو؟'' ہم نے کہا، ہاں! (ہم خوش ہیں)۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ تمہاری تعداد اہل جنت کی ایک تہائی ہو؟'' ہم نے کہا، ہاں! (ہم خوش ہیں)۔ آپ ﷺ نے (تیسری بار) فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے امید ہے کہ تمہاری تعداد اہل جنت کی نصف ہوگی۔ اور یہ اس لیے کہ جنت میں صرف وہی جائے گا جو مسلمان ہے اور مسلمان مشرکوں کے اندر ایسے ہیں جیسے ایک سفید بال سیاہ بیل کی کھال میں ہو یا ایک سیاہ بال ایک لال بیل کی کھال میں ہو۔'' (مسلم:530)

(4) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا سب زمانوں سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے، پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے۔'' (بخاری:3650)

(5) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ (حق پر رہ کر) غالب رہے گی۔ (ان کے دشمن انہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، ان کے مخالف انہیں رسوا اور پست نہیں کر سکیں گے) یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ لوگ غالب ہی رہیں گے۔'' (بخاری:7311، مسلم:395)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔'' (مسلم:520)

﴿ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ﴾

''پہلے لوگوں میں سے بڑی جماعت ہیں'' (13)

سوال: ﴿ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ﴾ ''پہلے لوگوں میں سے بڑی جماعت ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُلَّۃٌ﴾ ''بڑی جماعت ہیں'' سے مراد ایسا گروہ ہے جس کو گننا ناممکن ہے۔

(2) ﴿مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ﴾ ''پہلے لوگوں میں سے'' مراد سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت کے لوگ ہیں۔

(3) امام احمد بن منذر اور ابن ابی حاتم نے سند غیر معروف کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (۱۳) وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (۱۴)﴾ تو یہ چیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر گراں گزری اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (۳۹) وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (۴۰)﴾

(4) ابن عسا کرنے ''تاریخ دمشق'' میں اسی سند کے ساتھ جس میں نظر ہے بطریق عروہ بن رویم جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ جس وقت سورہ واقعہ نازل ہوئی اور اس میں ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (۱۳) وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (۱۴)﴾ یہ آیت نازل ہوئی تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑا گروہ اگلوں میں سے اور تھوڑا سا ہم میں سے تو اس پر سورت کا آخری حصہ ایک سال تک رکا رہا تب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (۳۹) وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (۴۰)﴾ تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر آ ؤ اور جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسے سنو یعنی ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (۳۹) وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (۴۰)﴾ اور ابن ابی حاتم نے عروہ بن رویم سے مرسلاً اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور بیہقی نے بعث میں عطاء مجاہد سے روایت نقل کی ہے۔ کہ جب اہل طائف نے اس وادی کی درخواست کی جو کہ ان کے لیے تیار کی جائے اور اس میں شہد ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ بہت اچھی وادی تھی تو لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ جنت میں ایسی ایسی چیزیں ہیں اس پر اور لوگوں نے کہا کاش جنت میں ہمارے لیے اس وادی کی طرح وادی ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی ''اور جو دائیں والے ہیں۔ وہ دائیں والے کچھ اچھے ہیں'' اور امام بیہقی نے دوسرے طریق سے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ لوگ وادی بوج اور اس کے سایہ اور اس کے کیلوں اور بیروں پر تعجب کیا کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور جو داہنے والے ہیں (الخ) (تفسیر ابن عباس: 324,323/3)

﴿وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾

''اور پچھلے لوگوں میں سے کم ہیں'' (14)

سوال: ﴿وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾ ''اور پچھلے لوگوں میں سے کم ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾ ''اور پچھلے لوگوں میں سے کم ہیں'' یہ آیت کریمہ اولین کی آخرین پر فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

(2) ان آیات میں اولین اور آخرین کی تعیین میں اختلاف کی بناء پر ان آیات کے تین مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اولین سے مراد سابقہ امتوں کے لوگ لیے جائیں اور آخرین سے مراد اس امت کے۔ اس لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ سابقہ انبیاء پر ایمان لانے والوں، حق کے معرکہ میں دوسروں سے آگے نکل جانے والوں اور خیر و بھلائی کے کاموں میں سبقت کرنے والوں کی تعداد اس امت کے سابقین کی تعداد سے بہت زیادہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ اولین اور آخرین سے مراد ہماری ہی امت مسلمہ کے لوگ ہوں۔ اس لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ اس کے اولین یعنی صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین میں سے سابقین کی تعداد آخرین سے بہت زیادہ ہوگی۔ تیسرے یہ کہ اولین اور آخرین سے مراد ہر نبی کی امت کے اولین اور آخرین لیے جائیں۔ اس لحاظ سے یہ ایک اصل بن جائے گا۔ یعنی ہر نبی کی امت کے اولین میں سے

سابقین کی تعداد آخرین میں سابقین کی تعداد سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔ (تیسیر القرآن:4/358)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم دنیا میں تمام امتوں کے بعد ہونے کے باوجود قیامت میں سب سے آگے رہیں گے۔ فرق صرف یہ ہے کہ کتاب انہیں ہم سے پہلے دی گئی تھی۔ یہی (جمعہ) ان کا بھی دن تھا جو تم پر فرض ہوا ہے لیکن ان کا اس کے بارے میں اختلاف ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دن بتا دیا اس لئے لوگ اس میں ہمارے تابع ہوں گے۔ یہود دوسرے دن ہوں گے اور نصاریٰ تیسرے دن۔ (صحیح بخاری:876)

﴿عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ﴾

''سونے اور جواہرات سے بنے ہوئے تختوں پر ہوں گے'' (15)

سوال: ﴿عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ﴾ ''سونے اور جواہرات سے بنے ہوئے تختوں پر ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ﴾ ''سونے اور جواہرات سے بنے ہوئے تختوں پر ہوں گے'' ﴿مَّوْضُوْنَةٍ﴾ باریک بنی ہوئی یا سونے کے تاروں سے بنی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔

(2) مقربین جو اللہ تعالیٰ کے خاص لوگ ہیں وہ سونے اور موتیوں اور یاقوت سے بُنے ہوئے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ﴾

''تکیہ لگائے ہوئے اُن پر وہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے'' (16)

سوال: ﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ﴾ ''تکیہ لگائے ہوئے اُن پر وہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ﴾ ''تکیہ لگائے ہوئے اُن پر'' یعنی وہ ان تختوں پر انتہائی اطمینان اور آرام سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔

(2) ﴿مُتَقٰبِلِيْنَ﴾ ''وہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے'' باہمی محبت اور ایک دوسرے کا ادب اور لحاظ رکھنے کی وجہ سے کوئی کسی کی طرف پشت نہیں کرے گا۔ ہر ایک کا چہرہ دوسرے کی طرف ہوگا۔

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (۴۵) اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ (۴۶) وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (۴۷)﴾ ''بلاشبہ متقی باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ سلامتی اور امن کے ساتھ ان میں داخل ہو جاؤ۔ اور ان کے سینوں میں سے کینہ ہم کھینچ نکالیں گے، وہ آمنے سامنے تختوں پر بھائی بھائی ہوں گے۔'' (الحجر:45-47)

﴿یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ﴾

’’ان پر نوخیز لڑکے چکر لگائیں گے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے‘‘(17)

سوال:﴿یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ﴾’’ان پر نوخیز لڑکے چکر لگائیں گی جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ﴾’’ان پر نوخیز لڑکے چکر لگائیں گی جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے‘‘ جنت میں اہل جنت کی خدمت کے لئے انتہائی حسین وجمیل لڑکے گھومیں گے۔

(2) جن کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿وَیَطُوْفُ عَلَیْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ﴾’’اور اُن کے لیے نوعمر غلام پھر رہے ہوں گے گو یا وہ چھپا کر رکھے موتی ہوں۔‘‘(الطور:24)

(3)﴿مُّخَلَّدُوْنَ﴾ ’’جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے‘‘ یعنی ایک ہی عمر میں رہنے والے۔ نہ ان کی شکلیں بدلیں گی نہ ان پر جوانی آئے گی نہ بڑھاپا۔ وہ ہمیشہ رہنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔(4) جنت کے خدمت گار مشروبات لے کر ان کے درمیان گھومیں گے۔

﴿بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ﴾

’’اُن پر جاری چشمے کی شراب کے ساغر، صراحیاں اور جام پیش کریں گے‘‘(18)

سوال:﴿بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ﴾’’اُن پر جاری چشمے کی شراب کے ساغر، صراحیاں اور جام پیش کریں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿بِاَكْوَابٍ﴾’’ساغر‘‘ یعنی ایسے پیالوں کے ساتھ جن کے ہینڈل نہیں ہوتے۔

(2)﴿وَّاَبَارِیْقَ﴾’’صراحیاں‘‘ اور ایسی صراحیوں کے ساتھ جن کے ہینڈل ہوتے ہیں۔

(3)﴿وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ﴾’’اور جام پیش کریں گے جاری چشمے کی شراب کے‘‘ اور ایسے جام جن میں شراب طہور چھلک رہی ہوگی۔ جو شراب کی جاری نہر سے بھرے جائیں گے۔

(4) یہ شراب انتہائی لذیذ ہوگی جس میں نشہ نہیں ہوگا۔

(5) اس شراب کو نازک اندام ساقی اہل جنت کو پیش کریں گے۔

﴿لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا یُنْزِفُوْنَ﴾

’’اس سے نہ وہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ وہ بہکیں گے‘‘(19)

سوال: ﴿لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ﴾ ''اس سے نہ وہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ وہ بہکیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا﴾ ''اس سے نہ وہ سر درد میں مبتلا ہوں گے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی شراب کو چار عیبوں سے محفوظ رکھا ہے۔ نشہ، سر درد، قے، پیشاب۔

(2) دنیا کی شراب کی طرح جنت کی شراب سر درد میں مبتلا نہیں کرے گی۔

(3) اس شراب کو پینے سے عقل زائل ہوگی نہ ہوش وحواس ساتھ چھوڑیں گے۔

(4) یہ بے پناہ سرور اور کیف کرنے والی پاک شراب ہوگی۔

(5) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَاۗءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۗءَهُمْ (۱۵)﴾ ''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں اور خوب صاف کیے ہوئے شہد کی نہریں ہیں اور اُن کے لیے اس میں ہر طرح کے پھل ہیں اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہے، کیا وہ اُس کی طرح ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والا ہے؟ اور اُن کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ اُن کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا۔'' (محمد:15)

(6) ﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ (۴۵) بَيْضَاۗءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ (۴۶) لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (۴۷)﴾ ''ان پر صاف بہتی ہوئی شراب کے ساغر پھرائے جائیں گے۔ سفید، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہ اُس میں درد سر ہوگا اور نہ وہ پی کر مدہوش کیے جائیں گے۔'' (الصافات:45-47)

﴿وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ﴾

''اور پھل بھی جو وہ پسند کریں گے'' (20)

سوال: ﴿وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ﴾ ''اور پھل بھی جو وہ پسند کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَفَاكِهَةٍ﴾ ''اور پھل'' اہل جنت کو ان کی پسند کے پھل پیش کئے جائیں گے۔

(2) ﴿مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ﴾ ''جو وہ پسند کریں گے'' وہ لذیذ اور خوش ذائقہ پھل منتخب کریں گے۔ انہیں یہ پھل انتہائی قرینے سے پیش کئے جائیں گے۔

﴿وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾

''اور پرندوں کا گوشت بھی جس کی وہ خواہش کریں گے'' (21)

سوال: ﴿وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ ''اور پرندوں کا گوشت بھی جس کی وہ خواہش کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَحْمِ طَيْرٍ﴾ ''اور پرندوں کا گوشت'' اہل جنت کو ہر قسم کے پرندوں کا گوشت پیش کیا جائے گا۔

(2) ﴿مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ ''جس کی وہ خواہش کریں گے'' جنتی جس قسم کا گوشت چاہیں گے انہیں سلیقے سے پیش کیا جائے گا۔

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت کے پرندے بختی اونٹوں کی طرح ہوں گے اور وہ جنت کے درختوں سے چریں گے۔'' سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ پرندے تو خوب موٹے تازے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انہیں کھانے والے ان سے بھی بڑھ کر صحت مند ہوں گے۔'' یہ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: ''البتہ مجھے امید ہے کہ تم بھی اے ابو بکر! ان کھانے والوں میں سے ہو گے۔'' (مسند احمد: 13316)

(4) پرندوں کا گوشت لذت، غذائیت اور قوت تینوں اعتبار سے چوپاؤں کے گوشت سے اعلیٰ اور عمدہ ہوتا ہے۔ لہٰذا بالخصوص پرندوں کے گوشت کا ذکر کیا گیا۔ (تیسیر القرآن: 4/359)

﴿وَحُوْرٌ عِيْنٌ﴾

''اور گورے جسم، سیاہ بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں (ہوں گی)'' (22)

سوال: ﴿وَحُوْرٌ عِيْنٌ﴾ ''اور گورے جسم، سیاہ بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں (ہوں گی)'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَحُوْرٌ﴾ ''اور گورے جسم والی عورتیں'' جنت میں بڑی بڑی آنکھوں والی، گوری عورتیں اہل جنت کے لئے ہوں گی۔

(2) اَلْحَوْرَاء اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کی آنکھیں سرگیں ہوں اور ان میں ملاحت اور حسن و جمال ہو۔ بڑی بڑی حسین آنکھوں والی عورتوں کو کہا جاتا ہے۔

(3) ﴿عِيْنٌ﴾ عورت کی آنکھوں کا حسن، اس کے حسن و جمال کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2684)

﴿كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ﴾

''گویا چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہوں'' (23)

سوال: ﴿كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُو الْمَكْنُوْنِ﴾ ''گویا چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُو الْمَكْنُوْنِ﴾ ''گویا چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہوں'' چھپے ہوئے موتیوں کو سنبھال کر رکھا جاتا ہے جن

کونہ چھوا جاتا ہے نہ اُن پرنظر پڑتی ہے۔جنتی عورت کی پاکیزگی کوواضح کرنے کے لئے چھپے ہوئے موتی سے تشبیہ دی گئی کہ اُس عورت کونہ کسی نے چھوا ہے نہ اُس پرکسی کی نظر پڑی ہے۔اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے نزدیک عورت قیمتی متاع ہے جس تک نہ ہرنظر کی رسائی ہونی چاہئے نہ ہاتھوں کی رسائی ممکن ہونی چاہئے۔عورت قیمتی ہے، چھپا کرر کھے جانے کے لائق ہے۔قیمتی چیز کی حفاظت ضروری ہے۔ اسی لئے اسلام نے عورت کو باہر نکلنے کی صورت میں حجاب کا اور بصورتِ دیگر گھروں میں وقار کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے۔

(2) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ حورعین کی خبر مجھے دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گورے رنگ کی ہیں، بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں،سخت سیاہ اور بڑے بڑے بالوں والی ہیں جیسے گدھ کا پر۔ میں نے کہا: **لو لو مکنون** کی بابت خبر دیجئے۔ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: ان کی صفائی اور جوت مثل اس موتی کے ہیں جوسیپ سے ابھی ابھی نکلا ہو جسے کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو، میں نے کہا خیرات حسان کی کیا تفسیر ہے؟ فرمایا: خوش خلقی خوبصورت۔میں نے کہا بیض مکنون سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ان کی نزاکت اور نرم انڈے کی اس جھلی کی مانند ہوں گے جواندر ہوتی ہے، میں نے عربا اترابا کے معنی دریافت کئے،فرمایا اس سے مراد دنیا کی مسلمان جنتی عورتیں ہیں جو بالکل بڑھیا پھوس تھیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا اور کنواریاں خاوندوں کی چہیتیاں اور خاوندوں سے عشق رکھنے والیاں اورہم عمر بنادیں، میں نے پوچھا یارسول اللہ دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا حورعین؟ فرمایا دنیا کی عورتیں حورعین سے بہت افضل ہیں جیسے استر سے ابر بہتر ہوتا ہے، میں نے کہا اس فضیلت کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: نمازیں، روزے اوراللہ تعالیٰ کی عبادتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے نور سے اوران کے جسم ریشم سے سنوار دیئے ہیں۔(ابن کثیر:255)

﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾

''اُن کاموں کے بدلے جووہ کیا کرتے تھے''(24)

سوال:﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾''اُن کاموں کے بدلے جووہ کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾'' اُن کاموں کے بدلے جووہ کیا کرتے تھے''اہل جنت کو تحفے اورانعام میں جنت دی جائے گی۔

(2) جوان کے رب کی طرف سے ایمان لانے کے بعد نیک اعمال،توحید اورنافرمانیوں کوچھوڑنے کی جزاہوگی۔(ایسر التفاسیر:1569)

(3)﴿كَانُوۡا قَلِيۡلًا مِّنَ الَّيۡلِ مَا يَهۡجَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالۡاَسۡحَارِ هُمۡ يَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾ وَفِىۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ ﴿۱۹﴾﴾ ''رات کووہ بہت کم سویا کرتے تھے۔اور سحری کے اوقات میں وہ بخشش مانگا کرتے تھے۔اوراُن کے مالوں میں سائل اورمحروم کا حق تھا۔'' (الذاریات:19-17)

﴿لَا يَسۡمَعُوۡنَ فِيۡهَا لَغۡوًا وَّلَا تَاۡثِيۡمًا﴾

''نہ اُس میں وہ بے ہودہ گفتگو سُنیں گے اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات'' (25)

سوال: ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا﴾ ''نہ اُس میں وہ بے ہودہ گفتگو سُنیں گے اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا﴾ ''نہ اس میں وہ سنیں گے''یعنی وہ نعمتوں بھری جنت میں کوئی ایسی چیز نہیں سنیں گے جو ان کی زندگی کی لذتوں کو مکدر کردے۔

(2) ﴿لَغْوًا﴾ ''بے ہودہ گفتگو''یعنی فحش کلام: لغو بیکار باتیں، کمزوری یا برائی کا کوئی کلام ان کے کانوں نہیں پڑے گا۔

(3) ﴿لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً﴾ ''اُس میں وہ کوئی لغو بات نہ سنیں گے۔'' (الغاشیہ:11)

(4) ﴿وَّلَا تَاْثِيْمًا﴾ ''اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات'' جو کہنے سننے والے کو گناہ گار کردے۔

(5) جنت کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت جس کا قرآن مجید میں بہ تکرار ذکر آیا ہے، یہ ہے کہ وہاں کی سوسائٹی نہایت پاکیزہ اخلاق والی ہوگی۔ان میں بدتمیزی اور بدزبانی کا نام ونشان تک نہ ہوگا۔ان کی گفتگو ہر قسم کے عیوب سے پاک ہوگی۔(ترجمان القرآن:440,439/3)

﴿اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا﴾

''مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے'' (26)

سوال: ﴿اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا﴾ ''مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا﴾ ''مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے''اہل جنت کو چاروں طرف سے سلام پر سلام کی آواز آئے گی۔

(2) اہل جنت آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں گے تو اس کی آوازیں کانوں میں پڑیں گی۔

(2) ﴿دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اُن کی دعا اس میں یہ ہوگی ''پاک ہے تو اے اللہ''! ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی اور اُن کی دعا کا اختتام یہ ہوگا کہ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔'' (یونس:10)

(3) اہل جنت کی ہر بات گناہ سے سلامتی والی ہوگی۔

(4) یعنی سوائے اچھی بات کے، کوئی بات نہیں سنیں گے کیونکہ یہ پاک لوگوں کا گھر ہوگا، اس میں صرف پاک چیزیں ہوں گی۔یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ اہل جنت ایک دوسرے سے مخاطب ہونے میں حسن ادب سے کام لیں گے، ان کا کلام بہترین کلام اور دلوں کو خوش کرنے والا ہوگا، ہر قسم کی لغویات اور گناہ سے پاک ہوگا، ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی

اہل جنت میں شامل کرے۔ (تفسیر سعدی:2685/3)

﴿وَ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ ۬ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ﴾

''اور دائیں ہاتھ والے، کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!'' (27)

سوال: ﴿وَ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ ۬ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ﴾ ''اور دائیں ہاتھ والے، کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ﴾ ''اور دائیں ہاتھ والے'' اس سے مراد تمام مومن ہیں۔

(2) ﴿مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ﴾ ''کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!'' یعنی نیک لوگوں کا حال بھی کتنا شاندار ہوگا۔

﴿فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ﴾

''وہ بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے گئے ہیں'' (28)

سوال: ﴿فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ﴾ ''وہ بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے گئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سِدۡرٍ﴾ بیری کے درخت کو کہتے ہیں جس کے ساتھ کانٹے ہوتے ہیں۔

(2) ﴿فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ﴾ ''وہ بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے گئے ہیں'' یعنی بیری کے کانٹے اور ردی قسم کی ضرر رساں شاخیں تراش دی گئی ہوں گی اور ان کی جگہ نہایت لذیذ پھل لگا دیے جائیں گے۔ گہرا سایہ اور راحت جسم، بیری کے درخت کے خواص میں شمار ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2685/3)

(3) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپس میں کہا کرتے تھے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ ہمیں بدوؤں کے مسائل دریافت کرنے سے بڑا فائدہ پہنچاتا ہے چنانچہ ایک مرتبہ ایک بدو نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک ایسے درخت کا ذکر فرمایا ہے جو جنت میں ہوگا حالانکہ وہ تکلیف دہ درخت ہے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا ''وہ کون سا؟ کہنے لگا ''بیری! اس لئے کہ اس میں تو کانٹے ہوتے ہیں جو چبھتے ہیں۔'' فرمایا ''کیا اللہ تعالیٰ نے ''مخضود'' نہیں فرمایا یعنی یہ کہ اس بیری کے کانٹے صاف کر دیئے جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ ہر کانٹے کی جگہ ایک بیرا گائے گا اور ہر بیر میں بہتر کھانوں کے مزے ہوں گے''۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی:638/1)

(4) ﴿مَّخۡضُوۡدٍ﴾ ''جن کے کانٹے دور کیے گئے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اس کے کانٹوں کی جگہ پھل پیدا کیے ہیں۔ ان بیروں کے ذائقے الگ الگ ہوں گے۔

﴿وَّطَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ﴾

''اور تہ بہ تہ لگے ہوئے کیلوں میں ہوں گے'' (29)

سوال: ﴿وَّطَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ﴾ ''اور تہ بہ تہ لگے ہوئے کیلوں میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّطَلۡحٍ﴾ ''اور کیلوں میں ہوں گے' 'معروف درخت ہے، یہ بہت بڑا درخت ہوتا ہے جو صحراؤں میں اگتا ہے، اس کی شاخیں لذیذ اور مزیدار پھل سے لدی ہوئی ہوتی ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2685/3)

(2) ﴿مَّنۡضُوۡدٍ﴾ ''تہ بہ تہ لگے ہوئے'' یعنی تہہ بہ تہہ پھلوں والا، پھلوں سے لدا پھندا جیسے کیلوں کا خوشہ ہوتا ہے کہ اس پر اوپر تلے پھلیاں ہوتی ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1988/3)

(3) ان دونوں درختوں کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا گیا کہ قریش ان کی میٹھی اور گھنی چھاؤں کو پسند کرتے تھے۔

(4) ابوسعید رحمہ اللہ کہتے ہیں طلح یا کیلا، یمن والے کیلے کو طلح اور حجازی موز کہتے ہیں۔ (السراج المنیر: 1988/3)

﴿وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ﴾

''اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں'' (30)

سوال: ﴿وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ﴾ ''اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ﴾ ''اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں' سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جنت میں ایسا سماں رہے گا۔ جیسے طلوع فجر سے طلوع آفتاب کے درمیان رہتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ لَهُمۡ فِيۡهَاۤ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّنُدۡخِلُهُمۡ ظِلًّا ظَلِيۡلًا (۵۷)﴾ ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے انہیں جلد ہی ہم ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ، اُن کے لیے اس میں نہایت پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے۔'' (النساء: 57) ﴿مَثَلُ الۡجَـنَّةِ الَّتِىۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ‌ ؕ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ‌ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا‌ ؕ تِلۡكَ عُقۡبَى الَّذِيۡنَ اتَّقَوْا‌ ۖ وَّعُقۡبَى الۡكٰفِرِيۡنَ النَّارُ﴾ ''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے، اُس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اُس کا پھل اور اُس کا سایہ دائمی ہیں۔ یہ اُن لوگوں کا انجام ہے جو متقی بنے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔'' (الرعد: 35) ﴿اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ ظِلٰلٍ وَّعُيُوۡنٍ﴾ ''بلاشبہ متقی لوگ سایوں میں اور چشموں میں ہوں گے۔'' (المرسلات: 41) (السراج المنیر: 1988/2)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک درخت طویل ہوگا سوار اس کے سائے میں سو سال تک

چلے گا اور پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا اور اگر تمہارا جی چاہے تو آیت ظل ممدود کی قرأت کرلو۔ (صحیح بخاری:4881)

(3) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جس کے سایہ میں اگر عمدہ اور تیز رفتار گھوڑے کا سوار سو برس تک چلتا رہے تو پھر بھی اس سائے کو طے نہیں کر سکے گا۔'' (بخاری:6535)

﴿وَّمَآءٍ مَّسۡكُوۡبٍ﴾

''اور ایسے پانی میں جو گرایا جارہا ہے'' (31)

سوال: ﴿وَّمَآءٍ مَّسۡكُوۡبٍ﴾ ''اور ایسے پانی میں جو گرایا جارہا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّمَآءٍ مَّسۡكُوۡبٍ﴾ ''اور ایسے پانی میں جو گرایا جارہا ہے'' یعنی بہت سے چشموں اور بہتی ہوئی ندیوں کا بہتا اور اچھلتا ہوا پانی ہے۔ (تفسیر سعدی:2685/3)

(2) یہ پانی ہموار زمین پر بہتا ہے گڑھوں میں نہیں۔ (السراج المنیر:1988/2)

﴿وَّفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ﴾

''اور کثیر پھلوں میں'' (32)

سوال: ﴿وَّفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ﴾ ''اور کثیر پھلوں میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ﴾ ''اور کثیر پھلوں میں'' یعنی اہل جنت کے پاس قسم قسم کے کثیر پھل ہوں گے جن کو آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا اور نہ دل میں کبھی ان کا تصور آیا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوۡا مِنۡهَا مِنۡ ثَمَرَةٍ رِّزۡقًا ۙ قَالُوۡا هٰذَا الَّذِىۡ رُزِقۡنَا مِنۡ قَبۡلُ وَاُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمۡ فِيۡهَآ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ (٢٥)﴾ ''اور اُن لوگوں کو خوشخبری دے دو جو ایمان لے آئے اور جنھوں نے نیک عمل کیے کہ یقیناً اُن کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں جب کبھی اُن میں سے کوئی پھل اُنہیں کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے: ''یہ وہی پھل ہیں جو اس سے پہلے بھی ہمیں دیئے گئے تھے'' اور انہیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا اور اُن کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (البقرہ:25)

﴿لَّا مَقۡطُوۡعَةٍ وَّلَا مَمۡنُوۡعَةٍ﴾

''نہ ختم ہونے والے اور نہ روک دیے جانے والے'' (33)

سوال:﴿لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ﴾ ''نہ ختم ہونے والے اور نہ روک دیے جانے والے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ﴾ ''نہ ختم ہونے والے اور نہ روک دیے جانے والے'' یعنی سدا بہار درخت ہوں گے جو پھل ختم ہوگا فوراً دوسرا تیار ہوجائے گا۔

(2) نہ ان کا موسم ختم ہوگا اور نہ وہ ختم ہوں گے۔

(3) یعنی یہ پھل دنیا کے پھلوں کے مانند نہیں ہوں گے جو کسی وقت ختم ہوجاتے ہیں اور ان کو تلاش کرنے والوں کے لیے ان کا حصول مشکل ہوجاتا ہے بلکہ یہ ہمیشہ کے لیے موجود رہیں گے، ان کو بہت قریب سے چنا جاسکے گا، بندہ مومن ہر حال میں ان کو حاصل کرسکے گا۔ (تفسیر سعدی:2686/3)

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گرہن لگا تو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی، لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہم نے دیکھا کہ آپ نے اس جگہ کسی چیز کو پکڑا، پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے تشریف لے آئے، آپ نے فرمایا: ''میں نے جنت کو دیکھا تو اس کے انگوروں کے ایک خوشے کو پکڑ لیا اور اگر میں اسے پکڑے رہتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے۔'' (بخاری:748)

﴿وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ﴾

''اور بلند مسندوں میں'' (34)

سوال:﴿وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ﴾ ''اور بلند مسندوں میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ﴾ ''اور بلند مسندوں میں'' یعنی بلند و بالا، نرم و نازک فرش ہوں گے۔

(2) ابی سعید رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا وفرش مرفوعہ یعنی بچھونے اونچے (یعنی جنتیوں کے) آپ ﷺ نے فرمایا: بلندی ان کی ایسی ہے جیسے زمین سے آسمان اور ان دونوں کے بیچ میں فاصلہ ہے پانچ سو برس کا۔ (جامع ترمذی:3294)

(3) یعنی ان بچھونوں کو بہت بلند تختوں سے بھی بلند کیا گیا ہوگا۔ یہ بچھونے ریشم، سونے، موتیوں اور ایسی ایسی چیزوں سے بنے ہوئے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (تفسیر سعدی:2686/3)

﴿اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً﴾

''بلاشبہ ہم نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا ہے'' (35)

سوال:﴿اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً﴾ ''بلاشبہ ہم نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جنت کی عورتوں کورب العزت نے اس طرح تخلیق کیا ہے کہ ان کو فنا نہیں۔ یہ دنیا کی تخلیق سے مختلف ہے۔

﴿فَجَعَلۡنٰهُنَّ اَبۡكَارًا﴾

''پس ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے'' (36)

سوال: ﴿فَجَعَلۡنٰهُنَّ اَبۡكَارًا﴾ ''پس ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَجَعَلۡنٰهُنَّ اَبۡكَارًا﴾ ''پس ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے'' جنت کی عورتیں دوشیزائیں ہوں گی۔

﴿عُرُبًا اَتۡرَابًا﴾

''شوہر کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں'' (37)

سوال: ﴿عُرُبًا اَتۡرَابًا﴾ ''شوہر کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عُرُبًا اَتۡرَابًا﴾ ''شوہر کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں'' العروب اس عورت کو کہا جاتا ہے جو اپنے حسن ہیئت، اپنی نازوادا، اپنے جمال اور اپنی محبت کی وجہ سے شوہر کو بہت محبوب ہو، یہی وہ عورت ہے کہ جب وہ بات کرتی ہے تو عقلوں کو غلام بنالیتی ہے اور سننے والا چاہتا ہے کہ اس کی بات کبھی ختم نہ ہو، خاص طور پر جب کہ وہ اس نرم اور مترنم آوازوں میں طربیہ نغمے گا رہی ہوں گی جب اس کا شوہر اس کے ادب، اس کی ہیئت اور اس کے نازوادا کی طرف دیکھتا ہے تو اس کا دل فرحت وسرور سے لبریز ہوجاتا ہے، جب وہ اس جگہ سے کسی اور جگہ منتقل ہوجاتی ہے تو وہ جگہ اس کی خوشبو اور نور سے لبریز ہوجاتی ہے، اس میں جماع کے وقت نازوادا بھی داخل ہے۔ اور ﴿اَلۡاَتۡرَابُ﴾ ان عورتوں کو کہا جاتا ہے جو ایک ہی عمر میں ہوں، یعنی تینتیس سال کی عمر میں ہوں گی جس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ تمنا کی جاتی ہے اور یہ جوانی کی کامل ترین عمر کی انتہا ہے۔ پس ان کی بیویاں ان کو بہت محبوب، ہم عمر، اتفاق اور الفت کرنے والی، راضی رہنے والی ہوں گی اور ان کے شوہر ان پر راضی ہوں گے بلکہ وہ دلوں کی فرحت، آنکھوں کی ٹھنڈک اور نگاہوں کی روشنی ہوں گی۔ (تفسیر سعدی:2686/3)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ لِلۡمُتَّقِيۡنَ مَفَازًا (۳۱) حَدَآئِقَ وَاَعۡنَابًا (۳۲) وَّكَوَاعِبَ اَتۡرَابًا (۳۳) وَّكَاۡسًا دِهَاقًا (۳۴)﴾ ''یقینا اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں کے لیے کامیابی کا ایک مقام ہے۔ باغات اور انگور ہیں۔ اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں ہیں۔ اور چھلکتے ہوئے جام ہیں۔'' (النباء:31-34)

﴿لِّاَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ﴾

''دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہوں گی'' (38)

سوال: ﴿لِّاَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ﴾ ''دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہوں گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿لِّاَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ﴾ ''دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہوں گی''یعنی یہ دوشیزائیں دائیں ہاتھ والے نیک لوگوں کے لیے ہوں گی۔

رکوع نمبر 2

﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾

''پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے''(39)

سوال:﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾ ''پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾ ''پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے'' یعنی ماضی کی امتوں میں سے۔(ایسر التفاسیر:1571)

(2)اولین میں مقربین زیادہ ہوں گے اور اصحاب الیمین میں بھی بہت سے ہوں گے۔

﴿وَثُلَّةٌ مِّنَ الۡاٰخِرِيۡنَ﴾

''اور پچھلے لوگوں میں سے بھی ایک بڑا گروہ ہے''(40)

سوال:﴿وَثُلَّةٌ مِّنَ الۡاٰخِرِيۡنَ﴾ ''اور پچھلے لوگوں میں سے بھی ایک بڑا گروہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَثُلَّةٌ مِّنَ الۡاٰخِرِيۡنَ﴾ ''اور پچھلے لوگوں میں سے بھی ایک بڑا گروہ ہے'' آخرین میں مقربین کم ہوں گے جب کہ اصحاب الیمین میں سے بہت ہوں گے۔(2) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک قیامت کے دن سیدنا آدم علیہ السلام سے فرمائے گا، اے آدم وہ عرض کریں گے، میں حاضر ہوں اے رب! تیری فرماں برداری کے لئے۔ پروردگار آواز سے پکارے گا یا فرشتہ پروردگار کی طرف سے آواز دے گا: اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے دوزخ کا جتھا نکالو۔ وہ عرض کریں گے اے پروردگار! دوزخ کا جتھا کتنا نکالوں؟ حکم ہوگا: ہر ہزار آدمیوں میں سے نوسونناوے۔ یہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ پیٹ والی کا حمل گر جائے گا اور بچہ بوڑھا ہوجائے گا اور تو قیامت کے دن لوگوں کو ایسے دیکھے گا جیسے وہ نشے میں متوالے ہو رہے ہوں حالانکہ ان کو نشہ نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ایسا سخت ہوگا۔ یہ حدیث جو صحابہ رضی اللہ عنہم حاضر تھے ان پر سخت گزری۔ ان کے چہرے مارے ڈر کے بدل گئے۔ اس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا تم اتنا کیوں ڈرتے ہو؟ اگر یاجوج ماجوج کی نسل تم سے ملائی جائے تو ان میں سے نوسونناوے کے مقابل تم میں سے ایک آدمی پڑے گا، غرض تم لوگ حشر کے دن دوسرے لوگوں کی نسبت ایسے ہوگے جیسے سفید بیل کے جسم پر کالا بال ہوتا ہے یا جیسے کالے بیل کے جسم پر ایک دو سفید بال ہوتے ہیں اور مجھ کو امید ہے تم لوگ سارے جنتیوں کا چوتھائی حصہ ہوگے۔ یہ سن کر ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ تم تہائی ہوگے۔ ہم نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ پھر فرمایا نہیں بلکہ آدھا حصہ ہوگے۔ ہم نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا!(صحیح بخاری:4741)

﴿وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۬ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ﴾

''اور بائیں ہاتھ والے، کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے!'' (41)

سوال: ﴿وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۬ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ﴾ ''اور بائیں ہاتھ والے، کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ﴾ ''اور بائیں ہاتھ والے'' یہ وہ لوگ ہوں گے جنہیں میدان حشر میں قیامت کے دن بائیں ہاتھ رکھا جائے گا اور وہ اہل شرک اور نافرمان لوگ ہوں گے۔ (ایسر التفاسیر: 1571)

(2) ﴿مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ﴾ ''کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے'' کتنے ہی حقیر ہوں گے بائیں ہاتھ والے جن کے منحوس اعمال انہیں دوزخ کی آگ میں لے جائیں گے۔

﴿فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ﴾

''وہ انتہائی گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے'' (42)

سوال: ﴿فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ﴾ ''وہ انتہائی گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فِیْ سَمُوْمٍ﴾ ''وہ انتہائی گرم ہوا میں ہوں گے'' یعنی جہنم کی آگ کی لو کی تپش میں ہوں گے۔ وہ اس آگ میں جھلس رہے ہوں گے اور سخت عذاب میں ہوں گے۔

(2) ﴿وَّحَمِیْمٍ﴾ ''اور کھولتے ہوئے پانی میں'' وہ ایسے کھولتے پانی میں ہوں گے جو ان کے دماغ پگھلا دے گا اور انتڑیاں کاٹ ڈالے گا۔

﴿وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ﴾

''اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے'' (43)

سوال: ﴿وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ﴾ ''اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ﴾ ''اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے'' یحموم۔ حم کے بنیادی معنوں میں سے ایک معنی سیاہ ہونا بھی ہے اور حممۃ بمعنی کوئلہ، راکھ اور آگ میں جلی ہوئی ہر شے اور یحموم ایسے دھوئیں کو کہتے ہیں جو گرم بھی ہو، سیاہ بھی اور غلیظ بھی، یعنی دوزخ کی آگ سے جو سیاہ دھواں اٹھے گا وہ اس کے سایہ میں پناہ لینے جائیں گے۔ (تفسیر تیسیر القرآن: 4/361)

(2) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِیْلٍ

﴿وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ (۳۱) اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ (۳۲) كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ (۳۳) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''تم چلو اُس (عذاب) کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ تم چلو ایک سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے۔ نہ سایہ کرنے والا ہے اور نہ وہ شعلوں سے (بچانے کے) کام آسکتا ہے۔ بلاشبہ وہ آگ محل جیسی چنگاریاں پھینکے گی۔ گویا وہ زرد اُونٹ ہیں۔ اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے۔'' (المرسلات: 29-34)

﴿لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ﴾

''نہ ہی ٹھنڈا ہے اور نہ ہی باعزت ہے'' (44)

سوال: ﴿لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ﴾ ''نہ ہی ٹھنڈا ہے اور نہ ہی باعزت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ﴾ ''نہ ہی ٹھنڈا ہے اور نہ ہی باعزت ہے'' یعنی نہ تو وہ سایہ ٹھنڈا ہے جو کہ سائے کا مقصد ہے کہ انسان اس میں سکون محسوس کرے اور نہ خوبصورت خوشگوار کہ آنکھوں کو اچھا لگے یعنی وہاں کوئی بھلائی نہیں ہوگی بلکہ غم اور گھبراہٹ ہوگی۔

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ﴾

''اس سے پہلے بلاشبہ وہ نعمتوں میں پالے ہوئے تھے'' (45)

سوال: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ﴾ ''اس سے پہلے بلاشبہ وہ نعمتوں میں پالے ہوئے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهُمْ﴾ ''یقیناً وہ'' یعنی وہ لوگ اتنی ہولناک سزاؤں کے مستحق کیوں بنیں گے؟ کن اعمال نے انہیں اس حالت تک پہنچا دیا؟ رب العزت نے فرمایا: (2) ﴿كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ﴾ ''اس سے پہلے تھے'' یعنی دنیا میں۔

(3) ﴿مُتْرَفِيْنَ﴾ ''وہ نعمتوں میں پالے ہوئے تھے'' یعنی نعمتوں میں پل رہے تھے۔ شہوتوں اور لذتوں میں گم، مست اور مگن تھے۔ دنیا کی لذتوں پر قربان تھے۔

(4) خوش حالی کی وجہ سے انسان غافل ہوجاتا ہے اور اگر تھوڑی سی غفلت اور ہو تو تکبر کرنے لگ جاتا ہے۔ یہ غفلت اور تکبر حق کے معاملے میں ہوتا ہے۔ ایسے لوگ کبھی حق کو قبول نہیں کرتے۔

﴿وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ﴾

''اور وہ بہت بڑے گناہ (شرک) پر اصرار کیا کرتے تھے'' (46)

سوال: ﴿وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اور وہ بہت بڑے گناہ (شرک) پر اصرار کیا کرتے تھے'' کی وضاحت

کریں؟

جواب:(1)﴿وَكَانُوۡا يُصِرُّوۡنَ عَلَى الۡحِنۡثِ الۡعَظِيۡمِ﴾ ''اور وہ بہت بڑے گناہ (شرک) پر اِصرار کیا کرتے تھے'' حنث سے مراد ایسا گناہ ہے جس کا تعلق عہد و پیمان یا قسم توڑنے سے ہو۔ اور ایسے گناہ سب کے سب کبیرہ یا عظیم ہی ہوتے ہیں۔ (تفسیر تیسیر القرآن)

(2) یعنی عظیم گناہ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔ (جامع البیان:27/200)

(3) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ بڑا گناہ جس سے وہ توبہ نہیں کرتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ ۙ لَا يَبۡعَثُ اللّٰهُ مَنۡ يَّمُوۡتُ ؕ بَلٰى وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ جو مر جائے گا اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نہیں اٹھائے گا کیوں نہیں! یہ اس کے ذمے ایک سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (النحل:38)

﴿وَكَانُوۡا يَقُوۡلُوۡنَ ۙ اَئِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ﴾

''اور وہ کہا کرتے تھے: ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے، تو کیا واقعی ہم ضرور اُٹھائے جانے والے ہوں گے؟'' (47)

سوال: ﴿وَكَانُوۡا يَقُوۡلُوۡنَ ۙ اَئِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ﴾ ''اور وہ کہا کرتے تھے: ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور اُٹھائے جانے والے ہوں گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَكَانُوۡا يَقُوۡلُوۡنَ ۙ اَئِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ﴾ ''اور وہ کہا کرتے تھے: ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے، تو کیا واقعی ہم ضرو اُٹھائے جانے والے ہوں گے؟'' وہ موت کے بعد جی اٹھنے کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بات عقل سے بعید تر ہے کہ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو ہم پھر زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوۡۤا ءَاِذَا ضَلَلۡنَا فِى الۡاَرۡضِ ءَاِنَّا لَفِىۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ؕ بَلۡ هُمۡ بِلِقَآئِ رَبِّهِمۡ كٰفِرُوۡنَ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے، کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں۔'' (السجدہ:10)

﴿اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ﴾

''اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟'' (48)

سوال: ﴿اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ﴾ ''اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ موت کے بعد کی زندگی کا انکار کرتے ہوئے کہتے تھے کہ کیا ہمارے بزرگ بھی زندہ کئے جائیں گے؟

﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ﴾

''آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے'' (49)

سوال: ﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے'' سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر تمہارے باپ دادا، تم اور تمہارے بعد میں آنے والی تمہاری اولاد اور آخری انسان تک سب دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ (ایسر التفاسیر: 1527)

﴿لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾

''ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر یقینا جمع کیے جانے والے ہیں'' (50)

سوال: ﴿لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ ''ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر یقینا جمع کیے جانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَمَجْمُوْعُوْنَ﴾ ''یقینا جمع کیے جانے والے ہیں''، تمام مخلوقات کے ختم ہو جانے کے بعد سب لوگ میدان حشر میں جمع کیے جانے والے ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقینا ایک نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، وہ ایسا دن ہے جس کے لئے سب جمع کیے جائیں گے اور وہ حاضری کا دن ہوگا۔'' (ہود: 103)

(3) ﴿وَ یَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔ (الکہف: 47)

(4) ﴿اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ ''ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر''، یعنی ایک مقرر دن ان اعمال کی جزا و سزا دینے کے لیے جو دنیا میں کیے تھے سب کو اکٹھا کیا جائے گا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَ مَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ یَعْمَلْ صَالِحًا یُّكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ ''جب اجتماع کے دن

کے لیے وہ تم سب کو جمع کرے گا، وہی ہار جیت کا دن ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے، تو وہ اُس کی برائیاں اُس سے دور کر دے گا اور اُس کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ اُس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (التغابن:9)

(6)﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجۡمَعَنَّكُمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ﴾''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا۔'' (النساء:87)

﴿ثُمَّ اِنَّكُمۡ اَيُّهَا الضَّآلُّوۡنَ الۡمُكَذِّبُوۡنَ﴾

''پھر بلاشبہ تم ہی اے گمراہو! جھٹلانے والو!'' (51)

سوال:﴿ثُمَّ اِنَّكُمۡ اَيُّهَا الضَّآلُّوۡنَ الۡمُكَذِّبُوۡنَ﴾''پھر بلاشبہ تم ہی اے گمراہو! جھٹلانے والو!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پھر بلاشبہ تم ہی اے گمراہو! جھٹلانے والو!'' اللہ تعالیٰ نے گمراہی اور تکذیب کو اُن کی شناخت بنا کر اسی سے انہیں پکارا ہے۔

(2)﴿الضَّآلُّوۡنَ﴾''اے گمراہو!'' جو ہدایت کے راستے سے بھٹک گئے۔

(3)﴿الۡمُكَذِّبُوۡنَ﴾''جھٹلانے والو!'' جو بعث اور جزا کو جھٹلاتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1527)

(4) یعنی اے وہ لوگو! جنہوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی اور ہلاکت کا راستہ اختیار کیا اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے حق کو اور وعدہ و وعید کو جھٹلایا۔

﴿لَاٰكِلُوۡنَ مِنۡ شَجَرٍ مِّنۡ زَقُّوۡمٍ﴾

''یقیناً تھوہر کا درخت کھانے والے ہو'' (52)

سوال:﴿لَاٰكِلُوۡنَ مِنۡ شَجَرٍ مِّنۡ زَقُّوۡمٍ﴾''یقیناً تھوہر کا درخت کھانے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''یقیناً تھوہر کا درخت کھانے والے ہو'' زقوم بمعنی تھوہر کا درخت جس کے پتے چوڑے، موٹے، بڑے بڑے اور خاردار ہوتے ہیں۔ ذائقہ میں نہایت کڑوا اور اس کا لعاب زہریلا ہوتا ہے۔ بدن کے کسی حصے سے لگ جائے تو پھوڑے اور پھنسیاں نکل آتی ہیں۔ (تیسیر القرآن:362/4)

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخۡرُجُ فِىۡۤ اَصۡلِ الۡجَحِيۡمِ (۶۴) طَلۡعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوۡسُ الشَّيٰطِيۡنِ (۶۵)﴾''یقیناً وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی تہ سے نکلتا ہے۔ اُس کا خوشہ ایسا ہے گویا وہ شیاطین کے سر ہیں'' (الصافات:65,64)

(3)﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوۡمِ (۴۳) طَعَامُ الۡاَثِيۡمِ (۴۴) كَالۡمُهۡلِ ۚ يَغۡلِىۡ فِى الۡبُطُوۡنِ (۴۵) كَغَلۡىِ الۡحَمِيۡمِ (۴۶)﴾''یقیناً زقوم کا درخت۔

گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا۔کھولتے ہوئے پانی کے جوش مارنے کی طرح۔'' (الدخان:43-46)

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تھوہر کا ایک قطرہ دنیا میں گرادیا جائے تو ساری دنیا کے جانداروں کے اسباب زندگی یعنی خورد ونوش کی چیزیں تباہ کردے، تب اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی تھوہر ہو؟'' (ترمذی:2585)

﴿فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ﴾

''پھر اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو'' (53)

سوال:﴿فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ﴾ ''پھر اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ﴾ ''پھر اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو'' یعنی جو چیز اس گندے درخت کو کھانے پر مجبور کرے گی وہ شدید بھوک ہے جس سے ان کی آنتیں کٹی جارہی ہوں گی۔

(2) اس کھانے سے وہ اپنی بھوک مٹائیں گے جو نہ ان کو موٹا کرے گا اور نہ بھوک مٹائے گا۔

﴿فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ﴾

''پھر اس پر کھولتے ہوئے پانی سے پینے والے ہو'' (54)

سوال:﴿فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ﴾ ''پھر اس پر کھولتے ہوئے پانی سے پینے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ﴾ ''پھر اس پر کھولتے ہوئے پانی سے پینے والے ہو'' زقوم کھانے کے بعد وہ کھولتا ہوا پانی پئیں گے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ (۵) لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ (۶) لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ (۷)﴾ ''کھولتے ہوئے چشمے سے اُنہیں پانی پلایا جائے گا۔ سُوکھی خاردار جھاڑی کے سوا اُن کے لیے کوئی کھانا نہ ہوگا۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک میں کافی ہوگا۔'' (الغاشیہ:5-7)

(2) کیا ہی بدترین مشروب ہے۔

﴿فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ﴾

''پھر پیاس کی بیماری والے اونٹ کی طرح پینے والے ہو'' (55)

سوال:﴿فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ﴾ ''پھر پیاس کی بیماری والے اونٹ کی طرح پینے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ﴾ ''پھر پیاس کی بیماری والے اونٹ کی طرح پینے والے ہو'' ﴿الْهِيْمِ﴾ سے مراد ایک بیماری

ہے جو اونٹوں کو لاحق ہوتی ہے، اس بیماری کی وجہ سے پانی پینے سے اونٹ کی پیاس نہیں بجھتی۔(تفسیر سعدی:2689/3)
(2) وہ شدید پیاسے اونٹ کی طرح پانی پئیں گے جس سے ان کی پیاس کبھی نہیں بجھے گی۔

﴿هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾

''یہی ہے اُن کی مہمانی بدلے کے دن'' (56)

سوال: ﴿هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ ''یہی ہے اُن کی مہمانی بدلے کے دن'' کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) ﴿هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ ''یہی ہے اُن کی مہمانی بدلے کے دن'' جزا کے دن ان کی یہی مہمان نوازی ہوگی۔
(2) یہ اس کا صلہ ہوگا جو زندگی میں انہوں نے اپنے لئے آگے بھیجا تھا۔
3) اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مہمان نوازی کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا (۱۰۷) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا (۱۰۸)﴾ ''یقینا جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، اُن کی میزبانی کے لیے فردوس کی جنتیں ہیں۔ وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے، ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔'' (الکھف:108,107)

﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ﴾

''ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے تو تم تصدیق کیوں نہیں کرتے؟'' (57)

سوال: ﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ﴾ ''ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے تو تم تصدیق کیوں نہیں کرتے؟'' کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) ﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ﴾ ''ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے'' یعنی تم اعتراف کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اس لیے کہ جب تم سے ہم سوال کرتے ہیں کہ تمہیں کس نے پیدا کیا تو تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اب یہ بتاؤ ﴿فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ﴾ ''تو تم تصدیق کیوں نہیں کرتے؟'' یعنی تم بعث اور دوسری زندگی کی تصدیق کیوں نہیں کرتے جب کہ وہ پہلی بار پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہو تو اس کا اعادہ کرنے پر بھی وہ قادر ہے۔ یہ ہماری قدرت کی دلیل ہے۔ تم پہلے اس پر غور و فکر کرو۔ (ایسر التفاسیر:1574)
(2) رب العزت نے موت کے بعد کی زندگی کی عقلی دلیل دی ہے کہ جب ہم نے پیدا کیا ہے۔ تم ایک بار کی تخلیق کو مانتے ہو تو دوسری زندگی کی تصدیق کیوں نہیں کرتے!

﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ﴾

''تو کیا تم نے دیکھا کہ جو نطفہ تم ٹپکاتے ہو؟'' (58)

سوال:﴿اَفَرَءَيۡتُمۡ مَّا تُمۡنُوۡنَ﴾ ''تو کیا تم نے دیکھا کہ جو نطفہ تم ٹپکاتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو کیا تم نے دیکھا کہ جو نطفہ تم ٹپکاتے ہو؟'' یعنی یہ بتاؤ کہ رحم میں انسان تم بناتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟ کیا تم نے منی کے ذریعے تخلیق کی ابتدا پر غور کیا؟ کیا اس منی کے خالق تم ہو یا اس کے جو اس منی کو مختلف مراحل سے گزارنے کے بعد وجود میں آتا ہے۔ کیا تم خالق ہو یا اللہ تعالیٰ؟

﴿ءَاَنۡتُمۡ تَخۡلُقُوۡنَهٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡخٰلِقُوۡنَ﴾

''کیا تم اُسے پیدا کرتے ہو یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟'' (59)

سوال:﴿ءَاَنۡتُمۡ تَخۡلُقُوۡنَهٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡخٰلِقُوۡنَ﴾ ''کیا تم اُسے پیدا کرتے ہو یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ءَاَنۡتُمۡ تَخۡلُقُوۡنَهٗۤ﴾ ''کیا تم اُسے پیدا کرتے ہو'' یعنی کیا بچہ تم بناتے ہو؟

(2) ﴿اَمۡ نَحۡنُ الۡخٰلِقُوۡنَ﴾ ''یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟'' یہ بتاؤ کہ انسان کا نطفہ بذاتِ خود کیا چیز ہے! وہ کن چیزوں سے بنتا ہے؟ جن چیزوں سے نطفہ بنتا ہے وہ زندہ تھیں یا مردہ؟ اور اس نطفے کے بننے میں یا بنانے میں تمہارا ابھی کچھ عمل دخل یا اختیار تھا؟ پھر اس نطفہ کو رحم مادر میں ٹپکانے کی حد تک تو اختیار انسان کو ہے۔ اس کے بعد پھر کلی اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ نطفہ کا ایک قطرہ لاکھوں جراثیم یا کیڑوں پر مشتمل ہوتا ہے جو صرف طاقتور خوردبین سے نظر آ سکتے ہیں۔ اسی طرح رحم مادر میں نسوانی بیضہ کا وجود بھی خوردبین کے بغیر نظر نہیں آ سکتا۔ نطفہ کا ایک جرثومہ جب نسوانی بیضہ میں داخل ہوتا ہے پھر ان دونوں کے ملنے سے ایک چھوٹا سا زندہ خلیہ (cell) بن جاتا ہے۔ یہی انسانی زندگی کا نقطہ آغاز ہے اور اس کا نام استقرار حمل ہے۔ نطفہ ٹپکانے کی حد تک تو مرد کو اختیار ہے مگر یہ طاقت نہ مرد میں ہے نہ عورت میں، نہ دنیا کی کسی اور طاقت میں کہ وہ نطفہ سے حمل کا استقرار کر دے۔

(3) پھر اس نقطہ آغاز سے ماں کے پیٹ میں بچے کی درجہ بدرجہ پرورش ہر بچے کی الگ الگ صورت گری، ہر بچے کے اندر مختلف ذہنی اور جسمانی قوتوں کو ایک خاص تناسب کے ساتھ رکھنا جس سے وہ امتیازی انسان بن کر اٹھے۔ کیا یہ ایک خالق کے سوا کسی اور کا کام ہو سکتا ہے یا اس میں ذرہ برابر کسی اور کا عمل دخل ہے؟

(4) پھر یہ فیصلہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ بچہ لڑکی ہو یا لڑکا؟ خوش شکل ہو یا بدشکل، اس کے نقوش تیکھے ہوں یا بھرے، طاقت ور قد کاٹھ والا ہو یا کمزور و نحیف اور تھوڑے وزن والا۔ تندرست ہو یا اندھا بہرا، لنگڑا ہو، ذہین ہو یا کند ذہن۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں جو خالصتاً اللہ تعالیٰ خالق کائنات کے اختیار میں ہیں۔

(5) کیاان سب باتوں کوسمجھ لینے کے بعد بھی انسان یہ تصدیق نہیں کرسکتا کہ اسے پیدا کرنے والا اللہ رب العالمین ہی ہوسکتا ہے!
(تیسیر القرآن:4/364,363)

﴿نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَیۡنَکُمُ الۡمَوۡتَ وَمَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ﴾

''ہم نے تمہارے درمیان موت کا وقت مقرر کیا ہے اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں۔''(60)

سوال:﴿نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَیۡنَکُمُ الۡمَوۡتَ وَمَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ﴾''ہم نے تمہارے درمیان موت کا وقت مقرر کیا ہے اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَیۡنَکُمُ الۡمَوۡتَ﴾''ہم نے تمہارے درمیان موت کا وقت مقرر کیا ہے'' یعنی ہم نے موت کو تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور تم پر مقرر کردیا ہے اور ہم نے ہر ایک کے لئے اجل مقرر کردی ہے۔اس سے نہ ایک گھڑی پہلے آسکتی ہے نہ ایک گھڑی بعد میں۔

(2)﴿وَمَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ﴾''اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں'' موت پر اللہ تعالیٰ کو کوئی عاجز نہیں کرسکتا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے موت کی بات اس لئے کی ہے کہ ہر شخص کی موت کا جو وقت مقرر ہے اسے آگے پیچھے نہیں کیا جاسکتا۔یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ کسی کو بچپن میں،کسی کو جوانی اور کسی کو بڑھاپے میں موت آتی ہے۔کوئی اللہ تعالیٰ کی بنائی تقدیر بدلنے پر قدرت نہیں رکھتا۔انسان اپنی روزمرّہ زندگی میں اس کا تجربہ کرتا رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے موت کے تذکرے سے انسان کو اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔

﴿عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَکُمۡ وَنُنۡشِئَکُمۡ فِیۡ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾

''اس سے کہ تمہاری جگہ تم جیسے اور پیدا کردیں اور تمہیں نئے سرے سے اس شکل میں پیدا کردیں جسے تم نہیں جانتے''(61)

سوال:﴿عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَکُمۡ وَنُنۡشِئَکُمۡ فِیۡ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾''اس سے کہ تمہاری جگہ تم جیسے اور پیدا کردیں اور تمہیں نئے سرے سے اس شکل میں پیدا کردیں جسے تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَکُمۡ﴾''اس سے کہ تمہاری جگہ تم جیسے اور پیدا کردیں'' یعنی تم جس صورت اور تخلیق میں ہو ہم اسے تبدیل کرسکتے ہیں۔

(2)﴿وَنُنۡشِئَکُمۡ فِیۡ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾''اور تمہیں نئے سرے سے اس شکل میں پیدا کردیں جسے تم نہیں جانتے'' یعنی تمہارے طریقہ تخلیق کو ہی یکسر بدل ڈالیں اور وہ اس بات پر بھی قادر ہے۔پہلے تمہاری تخلیق ماں کے پیٹ میں ہوئی تھی دوبارہ تمہاری تخلیق زمین کے پیٹ میں ہوگی۔ماں کے پیٹ میں تمہارے تخلیقی مراحل اور قسم کے تھے۔

(3) زمین کے پیٹ میں تمہارے تخلیقی مراحل،ان مراحل سے بالکل جداگانہ ہوں گے۔پہلے تم بچے کی صورت میں پیدا ہوئے تھے اور

دوبارہ تم اس حالت میں پیدا ہوگے جس حالت میں تم مرے تھے اور اسی قدوقامت کے ساتھ پیدا ہوگے۔

(4) پھر رحم مادر کی تخلیق کے بعد جو طبعی قوانین تمہارے لئے مقرر تھے دوسری بار کی پیدائش کے لئے طبعی قوانین بھی جداگانہ ہوں گے۔اس دنیا میں موت تمہارے لئے مقدر تھی اور موت سے فرار ممکن نہ تھا۔آخرت میں زندگی مقدر ہوگی اور موت کبھی نہ آئے گی۔

(5) اس دنیا میں تمہاری آنکھوں کے سامنے غیب کے پردے حائل تھے۔اُس دنیا میں تمام حقائق واشگاف نظر آنے لگیں گے حتٰی کہ انسان اللہ تعالیٰ کے دیدار سے بھی مشرف ہو سکے گا۔اگر تم اپنی پہلی تخلیق کا بنظر غائر مطالعہ کرلو گے تو تمہیں دوسری تخلیق میں کوئی بات ناممکن نظر نہیں آئے گی۔(تیسیر القرآن:4/364,363)

﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اپنی پہلی پیدائش کو تم جانتے ہی ہو تو کیوں نہیں تم سبق حاصل کرتے؟''(62)

سوال:﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناً اپنی پہلی پیدائش کو تم جانتے ہی ہو تو کیوں نہیں تم سبق حاصل کرتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ﴾''اور بلاشبہ یقیناً اپنی پہلی پیدائش کو تم جانتے ہی ہو'' یعنی تم جانتے ہو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا تو کیسے تمہیں تکمیل تک پہنچایا اور اب تم کیسے ہو؟

(2)﴿فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾''تو کیوں نہیں تم سبق حاصل کرتے؟'' تم جانتے ہو کہ جس ذات نے پہلی بار پیدا کیا وہ تمہاری موت اور فنا کے بعد تمہیں دوسری بار پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔(ایسر التفاسیر:1573)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا﴾''اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا؟''(مریم:67)

(4)﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (۷۷) وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (۷۸) قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ (۷۹)﴾''اور کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا؟ اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے۔ اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے اُنہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔''(یٰس:77-79)

(5)﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (۳۶) اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى (۳۷) ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى (۳۸) فَجَعَلَ

مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (۳۹) اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى (۴۰)﴾ ''کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو گرایا جاتا ہے؟ پھر وہ جما ہوا خون بنا پھر اُس نے پیدا کیا اور پھر درست بنا دیا۔ پھر اُس نے اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟'' (القیامہ:36-40)

﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ﴾

''پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟'' (63)

سوال: ﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ﴾ ''پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ﴾ ''پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟'' یعنی زمین کا جوتنا، اسے تیار کرنا پھر اس میں قاعدے سے بیج بکھیرنا تو تمہارا کام ہے پھر اس میں بکھرا ہوا بیج اگانا اور اسے پروان چڑھانا ہمارا کام ہے۔ (سراج المنیر :1993/2)

(2) یہ بتاؤ کہ بکھرا ہوا بیج تم اگاتے ہو۔ سخت اور بے جان زمین سے نرم و نازک کونپل جو زمین سے باہر آجاتی ہے اس کو تم باہر نکالتے ہو یا ہم! پھر اس کے پھول اور پھل تم اگاتے ہو یا ہم! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے بویا کہہ سکتے ہو میں نے اگایا نہیں کہہ سکتے''۔ (مسند بزار) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنا کر اس آیت کی تلاوت کی۔

(3) یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر احسان ہے جس کے ذریعے سے وہ انھیں اپنی توحید، اپنی عبادت اور اپنی طرف رجوع کی دعوت دیتا ہے کہ اس نے ان کے لیے کھیتی باڑی اور باغات کو میسر کر کے انہیں نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس کھیتی باڑی اور باغات سے خوراک، رزق اور پھل مہیا ہوتے ہیں جو ان کی ضرورت، حاجات اور ان کے مصالح میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کا شکر ادا کرنا اور ان کا حق ادا کرنا تو کجا، وہ ان نعمتوں کو شمار تک نہیں کر سکتے۔ (تفسیر سعدی:2990/3)

﴿ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ﴾

''کیا تم ہی اس کو اگاتے ہو یا اگانے والے ہم ہیں؟'' (64)

سوال: ﴿ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ﴾ ''کیا تم ہی اُس کو اُگاتے ہو یا اُگانے والے ہم ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ﴾ ''کیا تم ہی اُس کو اُگاتے ہو یا اُگانے والے ہم ہیں؟'' یعنی تمہارا کام صرف زمین میں بیج ڈالنا ہے پھر اس کے بعد زمین کی تاریکیوں میں اس بیج پر جو تخلیقی مراحل آتے ہیں یا جو تغیرات واقع ہوتے ہیں ان کا نہ تمہیں علم ہے اور نہ ہی کچھ تمہارا دخل ہے۔ دانہ سے نازک سی کونپل کیسے بنتی ہے اور اس نازک سی کونپل میں اتنا زور کہاں سے آتا ہے کہ وہ زمین کو پھاڑ کر باہر نکل آتی ہے۔ بیج بے جان اور مردہ تھا۔ اس سے جاندار نباتات پیدا ہو گئیں جو پھلتی پھولتی اور بڑھتی ہیں اور تمہارے لئے رزق کا

سامان مہیا کرتی ہیں۔ اب دیکھئے لاکھوں کی تعداد میں مردہ بیج زمین کے پیٹ میں دفن کئے جاتے ہیں۔ پھر اس زمین کے قبرستان سے وہی مردہ بیج نئی زندگی اور نئی آن بان سے تمہارے سامنے پیدا ہو رہے ہیں۔ پھر بھی تمہیں اس بات میں شک ہے کہ تم زمین میں دفن ہونے کے بعد دوبارہ پیدا کئے اور زمین سے نکالے نہیں جاسکتے۔ (تیسیر القرآن:364/4)

(2) یعنی کیا تم نے اس کو اگا کر زمین سے نکالا ہے؟ کیا تم نے اس کو نشوونما دی ہے؟ کیا تم ہو جنھوں نے اس کے خوشوں اور اس کے پھل کو نکالا، یہاں تک کہ وہ تیار شکل میں اناج اور پکا ہوا پھل بن گیا؟ یا یہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے جو یہ سب کچھ سرانجام دینے میں منفرد ہے اور اسی نے تمھیں ان نعمتوں سے نوازا ہے؟ تمھارے فعل کی غایت اور انتہا تو بس یہ ہے کہ تم زمین میں ہل چلاتے اور اسے پھاڑ دیتے ہو اور پھر اس میں بیج ڈال دیتے ہو، تمھیں کوئی علم نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے اور اس سے زیادہ پر تمھیں کوئی قدرت و اختیار نہیں، اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو آگاہ فرمایا کہ کھیتی خطرات کی زد میں رہتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کر کے تمھاری گزران اور ایک مدت مقررہ تک استعمال کے لیے اسے باقی نہ رکھتا (تو یہ کھیتی کبھی محفوظ نہ رہتی) (تفسیر سعدی:2990/3)

﴿لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ﴾

"اگر ہم چاہیں تو ضرور اُس کو ریزہ ریزہ کر دیں۔ پھر تم تعجب سے باتیں ہی بناتے رہ جاؤ" (65)

سوال: ﴿لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ﴾ "اگر ہم چاہیں تو ضرور اُس کو ریزہ ریزہ کر دیں۔ پھر تم تعجب سے باتیں ہی بناتے رہ جاؤ" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ﴾ "اگر ہم چاہیں تو ضرور اس کو کر دیں" اگر ہم چاہتے تو کاشت کی گئی کھیتی کو مضبوط تنے پر کھڑا ہونے سے پہلے اور پھل کے پکنے سے پہلے ہی۔

(2) ﴿حُطَامًا﴾ "ریزہ ریزہ" اسے ریزہ ریزہ کر کے دکھا دیتے جس میں کوئی فائدہ نہیں۔

(3) ﴿فَظَلْتُمْ﴾ "پھر تم رہ جاؤ" پھر کھیتی کے سوکھ جانے پر اس پر کئے جانے والے اخراجات اور مشقت کی وجہ سے تم ہو جاتے۔

(4) ﴿تَفَكَّهُوْنَ﴾ "تعجب سے باتیں ہی بناتے" حسرت میں مبتلا ہونے والے یعنی تم افسوس کرتے اور باتیں بناتے رہ جاتے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے اختیار کا شعور دلایا ہے کہ دیکھو جب کھیتی پک جاتی ہے اور تم اُس سے اُمیدیں باندھ لیتے ہو، اُس وقت کون ہے جو اُسے ریزہ ریزہ کر سکتا ہے اور اگر وہ ریزہ ریزہ کر دے تو تم اپنی بے اختیاری پر باتیں بنانے کے سوا کر ہی کیا سکتے ہو؟ کرنے والا اپنے اختیار کا بے دریغ استعمال کر سکتا ہے۔

(6) تفکهه یعنی ملامت کرنا اور پچھتانا یعنی یا تو تم بیج کے برباد ہو جانے پر پچھتاتے یا گناہوں پر نادم ہوتے کہ ہمارے عملوں کی شامت

ہمارے سامنے آئی۔(سراج المنیر :1992/2)

﴿اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ﴾

''یقیناہم پرتوضرورتاوان ڈال دیا گیا'' (66)

سوال:﴿اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ﴾''یقیناہم پرتوضرورتاوان ڈال دیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ﴾''یقیناہم پرتوضرورتاوان ڈال دیا گیا'' یعنی تم کہتے کہ ہائے ہماری شامت! ہماراتو بیج بھی واپس نہ لوٹا اورہم محنت کر کے تھک کے بیٹھ گئے اورسرمایہ الگ غارت ہوا۔ہم پرتاوان پڑگیا کاش کہ ہم بیج نہ ڈالتے۔ہمیں کس بات کی سزا ملی اور کیوں برباد کیا گیا۔(سراج منیر:1993/2)

(2)یعنی ہم نے نقصان اٹھایااوراس مصیبت نے ہمیں ہلاک کردیا۔

﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ﴾

''بلکہ ہم بالکل ہی محروم رہ گئے'' (67)

سوال:﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ﴾''بلکہ ہم بالکل ہی محروم رہ گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ﴾''بلکہ ہم بالکل ہی محروم رہ گئے''یعنی تم یہ کہتے کہ ہمارے حصے کچھ بھی نہ آیا ہم تومحروم ہی ہوکررہ گئے۔

﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ﴾

''توکیاتم نے دیکھاوہ پانی جوتم پیتے ہو؟'' (68)

سوال:﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ﴾''توکیاتم نے دیکھاوہ پانی جوتم پیتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ﴾''توکیاتم نے دیکھاوہ پانی''یعنی کبھی تم نے پانی پرغورکیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔﴿الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ﴾''جوتم پیتے ہو؟''یعنی وہ پانی جوتمہاری زندگی کی ناگزیرضرورت ہے۔جوتمہارامشروب ہے۔یہ پانی تمہارے لئے قابل استعمال کیسے بنایاجاتا ہے۔اس کاحاصل کرنا آسان ہے۔اگررب العزت نے اس کاحصول مشکل بنایا ہوتا توتمہاری زندگی کس قدر مشکلات کاشکار ہوجاتی۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ذکرفرمایا کہ اس نے اپنے بندوں کوطعام کی نعمت سے نوازا ہے تواس نے اس خوشگوارشیریں پانی کی نعمت کا بھی ذکرفرمایاجسے وہ پیتے ہیں،اگراللہ تعالیٰ نے اس کوحاصل کرنا آسان اورسہل نہ بنایا ہوتا تواس کے حصول کا تمھارے پاس کوئی راستہ نہ

تھا۔وہی ہے جس نے بادل میں سے اس کو نازل کیا۔اللہ تعالیٰ ہی بارش نازل کرتا ہے۔پھر روئے زمین پر اور زمین کے نیچے،اس پانی سے بہتے ہوئے دریا اور ابلتے ہوئے چشمے بن جاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2991/3)

﴿ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ﴾

''کیا اُسے بادلوں سے تم نے نازل کیا ہے یا اُس کے نازل کرنے والے ہم ہیں؟''(69)

سوال:﴿ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ﴾''کیا اُسے بادلوں سے تم نے نازل کیا ہے یا اُس کے نازل کرنے والے ہم ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ﴾''کیا اُسے (بادلوں) سے تم نے نازل کیا ہے''یعنی کیا یہ پانی جو بارش کی صورت میں نازل ہوتا ہے اس کے لئے تم انتظام کرتے ہو؟سمندروں کے کھارے پانی کو آبی بخارات میں تبدیل کرنے کا انتظام آپ نے بنایا؟یا اس عمل کے لئے کچھ تمہارا حصہ بھی شامل ہے؟

(2)سورج کس کے حکم کا پابند ہے جس کی حرارت کی وجہ سے بخارات اٹھتے ہیں۔وہ کون ہے جو بخارات کو بادلوں میں تبدیل کرتا ہے؟کہیں آپ کا حصہ بھی ہے؟اس وقت جب یہ بادل اپنے اندر کا پانی بارش کی صورت میں برساتے ہیں اس وقت تمہاری کسی کوشش کا دخل ہوتا ہے؟

(3)﴿اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ﴾''یا اُس کے نازل کرنے والے ہم ہیں؟''مان لو کہ وہی ہے جو کھارے پانی کو سورج کی حرارت سے آبی بخارات میں تبدیل کرتا ہے۔وہی ہے جو بخارات کو بادلوں میں اور بادلوں سے بارش میں برساتا ہے۔یہ water cycle ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے۔وہی بارش برساتا ہے اور پھر زمین کے اوپر اور نیچے اس پانی سے چشمے اور دریا تمہارے لئے بہاتا ہے۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ﴾''وہی ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا اس میں سے تمہارے لیے پینا ہے اور اسی سے پودے ہوتے ہیں جن میں تم (جانور) چراتے ہو''(النحل:10)

﴿لَوْ نَشَاۗءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ﴾

''اگر ہم چاہیں تو اُسے سخت کھاری بنادیں پھر تم کیوں شکرادا نہیں کرتے؟''(70)

سوال:﴿لَوْ نَشَاۗءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ﴾''اگر ہم چاہیں تو اُسے سخت کھاری بنادیں پھر تم کیوں شکرادا نہیں کرتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَوْ نَشَاۗءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا﴾''اگر ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری بنادیں''یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے پانی کو میٹھا خوشگوار اور شیریں بنایا اگر وہ چاہتا تو اسے کڑوا بنادیتا تو آب ماہی کے قابل ہوتا،نہ پینے کے قابل۔

(2)﴿فَلَوۡلَا تَشۡكُرُوۡنَ﴾''پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟'' پھر تم اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے جو اس نے تمہیں عطا کی ہے۔

(3) رسول اللہ ﷺ پانی پی کر یہ دعا فرماتے تھے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَہٗ عَذْبًا فُرَاتًا وَلَمْ یَجْعَلْہُ اُجَاجًا﴾ ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنی رحمت سے اسے میٹھا اور صاف بنا دیا اور اسے کڑوا نہیں بنایا۔'' (ابن ابی دنیا:70)

﴿اَفَرَءَيۡتُمُ النَّارَ الَّتِىۡ تُوۡرُوۡنَ﴾

''تو کیا تم نے وہ آگ دیکھی ہے جو تم سلگاتے ہو؟'' (71)

سوال:﴿اَفَرَءَيۡتُمُ النَّارَ الَّتِىۡ تُوۡرُوۡنَ﴾''تو کیا تم نے وہ آگ دیکھی ہے جو تم سلگاتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَرَءَيۡتُمُ النَّارَ الَّتِىۡ تُوۡرُوۡنَ﴾''تو کیا تم نے وہ آگ دیکھی ہے جو تم سلگاتے ہو؟'' ک تیسری نعمت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے رب العزت نے فرمایا کہ کبھی تم نے آگ پر غور کیا ہے؟ جسے تم جلاتے ہو اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہو۔ دوسری کوئی مخلوق آگ سے یہ فوائد حاصل نہیں کر سکتی۔

(2) یہ ایک ایسی نعمت ہے جو ضروریات زندگی میں داخل ہے جس سے مخلوق مستغنی نہیں رہ سکتی کیونکہ اپنے بہت سے امور اور حوائج میں اس کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے آگ کی نعمت کو متحقق کیا ہے کس کو اس نے درختوں کے اندر وجود بخشا مخلوق میں یہ قدرت نہ تھی کہ وہ اس درخت کو پیدا کرتے۔ یہ تو اللہ ہی ہے جس نے سرسبز درخت سے آگ کو پیدا کیا، تب یکا یک یہ بندوں ی ضرورت کے مطابق جل اٹھتی ہے، جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہوتے ہیں تو اس کو بجھا دیتے ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمۡ مِّنَ الشَّجَرِ الۡاَخۡضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنۡتُمۡ مِّنۡهُ تُوۡقِدُوۡنَ﴾''جس نے تمہارے لیے سرسبز درخت سے آگ پیدا کر دی ہے پھر اچانک تم اُس سے آگ جلاتے ہو۔'' (یسین:80)

﴿ءَاَنۡتُمۡ اَنۡشَاۡتُمۡ شَجَرَتَهَاۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡشِـُٔوۡنَ﴾

''کیا تم نے اُس کا درخت پیدا کیا؟ یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟'' (72)

سوال:﴿ءَاَنۡتُمۡ اَنۡشَاۡتُمۡ شَجَرَتَهَاۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡشِـُٔوۡنَ﴾''کیا تم نے اُس کا درخت پیدا کیا؟ یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ءَاَنۡتُمۡ اَنۡشَاۡتُمۡ شَجَرَتَهَا﴾''کیا تم نے اُس کا درخت پیدا کیا؟'' یعنی آگ کے لئے درخت تم نے ایجاد کئے؟ وہ تم ہو جنھوں نے سرسبز درخت سے آگ کو پیدا کیا۔

(2)﴿اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ﴾''یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟'' اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ وہ درخت جس سے تم آگ سلگاتے ہو،اس کی پیدائش میں تمہارا حصّہ کیا ہے ؟تم اس درخت کو پیدا کرنے والے ہو یا ہم؟اختیار تمہارا ہے یا ہمارا؟ قدرت تمہاری ہے یا ہماری؟اللہ تعالیٰ نے عام زندگی کے تجربے سے انسان کو اپنی ذات کا شعور دلایا ہے۔

﴿نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ﴾

''ہم ہی نے اُسے نصیحت اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیز بنایا ہے''(73)

سوال:﴿نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ﴾''ہم ہی نے اُسے نصیحت اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیز بنایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً﴾''ہم ہی نے اُسے نصیحت بنایا''یعنی ہم نے اس آگ کو یاددہانی کرنے والی بنایا۔اسے دیکھ کر جہنم کی آگ یاد کرو۔

(2) یہ آگ اللہ تعالیٰ کی یاددہانی کا ایسا عصا ہے جو اس کے بندوں کو جنت کی طرف ہانکتا ہے۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تمہاری آگ (کی گرمی) جہنم کی آگ کی گرمی کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے''عرض کی گئی کہ یارسول اللہ! دنیا کی آگ ہی جلانے کے لیے کافی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا:''وہ اس پر انہتر حصے بڑھا دی گئی ہے، ہر ایک حصہ اسی کے برابر گرم ہے۔''(بخاری:3265)

(4) درختوں کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے،جن کی پیدائش میں کسی اور کا کوئی دخل نہیں۔

(5)﴿مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ﴾''اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیز''یعنی مسافروں اور فائدہ اٹھانے والوں کے لئے زندگی کا سامان بنادیا۔

(6) مقوین کہتے ہیں ان لوگوں کو جو رزق کی تلاش میں ادھر ادھر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔

(7) مقوین کے اصلی معنی قواء یعنی بیابان میں ٹھہرنے یا رہنے والے لوگ ہیں جیسے مسافر یا خانہ بدوش۔کوئی شک نہیں کہ آگ کی ضرورت ہر ایک کو پڑتی ہے لیکن ان لوگوں کو اس سے زیادہ کام لینا پڑتا ہے خصوصاً سردی کے موسم میں۔اس لئے ان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے۔(ابن کثیر)

(8) رسول اللہ ﷺ نے جن تین چیزوں کو عام رکھنے اور ان سے کسی کو نہ روکنے کا حکم دیا ہے ان میں پانی اور گھاس کے علاوہ آگ بھی ہے۔(سنن ابوداؤد)

﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾

''چنانچہ آپ اپنے ربِ عظیم کے نام کی تسبیح کریں''(74)

سوال:﴿فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ﴾ ''چنانچہ آپ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَسَبِّحۡ﴾ ''چنانچہ آپ تسبیح کریں'' اللہ تعالیٰ نے تسبیح کرنے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ ربّ عظیم ہے، نقص سے پاک ہے اور انسان نقص والا ہے۔

(2)﴿بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ﴾ ''اپنے رب عظیم کے نام کی'' یعنی اپنے رب عظیم کی تنزیہہ بیان کیجئے جو اسماء وصفات میں کامل اور بے پایاں احسانات اور بھلائیوں کا مالک ہے۔اپنے دل، زبان اور جوارح کے ساتھ اس کی حمد وستائش بیان کیجئے کیونکہ وہ اس کا اہل اور اس بات کا مستحق ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے، اس کی ناشکری نہ جائے، اس کو یادرکھا جائے، اس کو فراموش نہ کیا جائے اور اس کی اطاعت کی جائے، نافرمانی نہ کی جائے۔(تفسیر سعدی:2992/3)

(3) یعنی تمہیں چاہیے کہ اتنی بڑی وسیع قدرت والے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے رہو جس نے اپنی ہمہ گیر قدرت سے یہ متضاد چیزیں پیدا کر کے تمہیں عیش وآرام پہنچایا۔آسمان سے صاف، میٹھا اور خالص پانی برسایا۔اگر وہ چاہتا تو اس پانی کو سمندر کے پانی کی طرح کڑوا بنا دیتا اور پتھروں میں، لوہے میں، اور دھاتوں میں اور سرسبز ٹہنیوں میں آگ ودیعت فرمادی۔ جسے انسان کے استعمال کے قابل بنایا کہ وہ اس سے اپنی دنیوی زندگی میں ہر طرح کا فائدہ اٹھاتے اور اسے دیکھ کر جہنم کی آگ یاد کر کے اپنی اخروی زندگی سنوار لے۔(سراج المنیر:1994/2)

رکوع نمبر 3

﴿فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ﴾

''پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے گرنے کی جگہوں کی''(75)

سوال:﴿فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ﴾ ''پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے گرنے کی جگہوں کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَاۤ﴾ سے مراد کسی بات کی نفی ہے اور یہ وہی بات ہے جو مکہ میں ہر طرف سے کہی جارہی تھی کہ قرآن کہانت ہے یا جادو یا شاعری ہے۔یہاں یہ کہا گیا ہے کہ نہ یہ شاعری ہے، نہ جادو ہے، نہ کہانت بلکہ میں تاروں کے مقامات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ قرآن بڑا عظیم ہے۔

(2)﴿اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ﴾ ''میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے گرنے کی جگہوں کی'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے ستاروں کی اور ان کی منازل، یعنی ان کے غروب کے مقامات اور ان کے سقوط کی جگہ کی قسم کھائی ہے۔علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے ان حوادث کی قسم کھائی ہے جو ان اوقات میں واقع ہوتے ہیں جو اس کی عظمت، اس کی کبریائی اور اس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2693/3)

(3) مواقع النجوم کا معنی ستاروں کے گرنے کی جگہ بھی ہوسکتا ہے۔فضائے بسیط میں بے شمار سیارے ایسے ہیں جو ہر وقت ٹوٹتے اور گرتے

رہتے ہیں۔اوراس کا دوسرا معنی ستاروں کے ڈوبنے کی جگہ بھی اور وقت بھی۔یعنی افق مغرب جہاں ہمیں ستارے ڈوبتے نظر آتے ہیں یا صبح کی روشنی کے نمودار ہونے کا وقت، جب ستارے غائب ہوجاتے ہیں، جو معنی بھی لیے جائیں اس سے مراد ستاروں کی گردش اوراپنے اپنے مدارات میں سفر کرنے کا وہ پیچیدہ اور حیران کن مربوط اور منظم نظام ہے۔(تیسیر القرآن:366,365/4)

(4) تاروں اور ستاروں کے مواقع (مقامات ومنازل) کی قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عالم بالا میں اجرام فلکی کا نظام نہایت محکم اور مضبوط ہے۔ویسا ہی مضبوط اور محکم یہ کلام بھی ہے۔جس خدا نے وہ نظام بنایا ہے،اسی خدا نے یہ کلام بھی نازل کیا ہے۔کائنات کی بیشمار کہکشاؤں اوران کے اندر بے حدوحساب تاروں اور سیاروں میں جو کمال درجہ ربط ونظم قائم ہے اسی طرح یہ کتاب بھی ایک کمال درجہ منظم اور مضبوط ضابطہ حیات پیش کرتی ہے۔جس میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر مفصل ہدایات دی گئی ہیں حالانکہ یہ نظام فکر 23 سالہ دورنبوت میں پھیلا ہوا ہے۔(ترجمان القرآن:444,443/3)

(5) کسی چیز کی قسم کھانا اس کی عظمت کی دلیل ہے۔اس اعتبار سے آیت کے یہ معنی ہیں کہ قرآن حکیم کے بارے میں آپ لوگوں کا گمان غلط ہے۔یہ عزت والا قرآن ہے۔

﴿وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِيۡمٌ﴾

''اور یقیناوہ اگر تم جانتے ہوتو واقعتاایک بہت بڑی قسم ہے''(76)

سوال:﴿وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِيۡمٌ﴾''اور یقیناوہ اگر تم جانتے ہوتو واقعتاایک بہت بڑی قسم ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ﴾''اور یقیناوہ واقعتاایک قسم ہے''یعنی وہ عظیم قسم ہے اور قسم کھانے والا عظیم ہے اور یہ اس کا قول ہے۔

(2)﴿لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِيۡمٌ﴾''اور یقیناوہ اگر تم جانتے ہوتو بہت بڑی''اور یہ قسم صرف اس لیے عظمت کی حامل ہے کہ ستاروں،ان کی رفتاراوران کے غروب کے مقامات میں ان کے سقوط کی جگہوں میں بہت سی نشانیاں اور عبرتیں ہیں جن کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔جس امر پر قسم کھائی گئی ہے، وہ ہے قرآن کا اثبات، نیز یہ کہ قرآن حق ہے جس میں کوئی شک ہے نہ شبہ۔یہ کریم ہے،یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہت زیادہ علم والا ہے، ہر بھلائی اور ہر علم اللہ تعالیٰ کی کتاب سے مستفاد اور مستنبط ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:2693/3)

(3) اگر تمہیں اس کی عظمت اور قدر معلوم ہوتو جواب قسم کو بھی عظیم سمجھو اور قرآن کے رب کی طرف سے اتارے جانے میں قطعی شک نہ کرو۔(السراج المنیر:1995/2)

﴿اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ﴾

''یقیناوہ بلاشبہ قرآن ہے،بڑی عزت والا ہے''(77)

سوال:﴿اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ کَرِیۡمٌ﴾ ’’یقیناوہ بلاشبہ قرآن ہے، بڑی عزت والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ کَرِیۡمٌ﴾ ’’یقیناوہ بلاشبہ قرآن ہے، بڑی عزت والا ہے‘‘یعنی یہ باطل پرستوں کے قول کے مطابق شاعری، جادوگری یا جھوٹ نہیں ہے۔(ایسر التفاسیر:1526)

(2) یہ قرآن کریم ہے۔ بڑی عزت والا ہے اور یہ عزت والی لوح محفوظ میں درج ہے جس کی فرشتے بھی بہت عزت کرتے ہیں۔

(3) زہری رحمہ اللہ نے کہا کہ کریم جامع نام ہے جس کی تعریف کی جائے۔قرآن کریم ہے،اس کی تعریف کی جاتی ہے اس بنا پر کہ اس میں ہدایت ہے، روشن دلائل، علم اور حکمت ہے، فقیہہ اس سے استدلال اور استنباط کرتے ہیں، دانا اس سے اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں اور ادیب اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس سے تقویٰ حاصل کرتے ہیں۔ ہر عالم اس کو حاصل کرتا ہے اور اس کے علم کی بنیاد یہی ہے۔
(تفسیر مراغی:414/9)

(4) مقاتل رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو عزت دی کیونکہ یہ اس کا کلام ہے۔(معالم التنزیل:289/4)

(5) یہ بلند پایہ کتاب ہے جو اللہ رب العزت نے انسانوں کی ہدایت اور فلاح کے لیے نازل فرمائی ہے۔

﴿فِیۡ کِتٰبٍ مَّکۡنُوۡنٍ﴾

’’ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی گئی ہے‘‘(78)

سوال:﴿فِیۡ کِتٰبٍ مَّکۡنُوۡنٍ﴾ ’’ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی گئی ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِیۡ کِتٰبٍ مَّکۡنُوۡنٍ﴾ ’’ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی گئی ہے‘‘یعنی یہ قرآن لوح محفوظ میں لکھا ہوا موجود ہے جو آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے۔(2) اللہ تعالیٰ اور ملاء اعلیٰ میں فرشتوں کے ہاں قابل عظمت ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد وہ کتاب ہو جو ان فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوتی تھی جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی وحی اور رسالت کے لیے نازل کرتا ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ کتاب شیاطین سے مستور ہے۔ شیاطین کو اس میں تغیر و تبدل، کمی بیشی اور چوری کرنے کی قدرت حاصل نہیں۔(تفسیر سعدی:2693/3)

﴿لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ﴾

’’جسے پاک کیے گئے فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھوسکتا‘‘(79)

سوال:﴿لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ﴾ ’’جسے پاک کیے گئے فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھوسکتا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ﴾ ’’جسے پاک کیے گئے فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھوسکتا‘‘اس کے کئی مطلب ہوسکتے ہیں۔ایک یہ کہ پاکیزہ لوگوں سے مراد فرشتے ہیں یعنی یہ کتاب قرآن کریم لوح محفوظ میں ثبت ہے اور وہاں سے پاکیزہ فرشتے ہی اسے

لاکر رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔اوراس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے مضامین ومطالب تک رسائی صرف ان لوگوں کی ہوسکتی ہے جن کے خیالات پاکیزہ ہوں، کفروشرک کے تعصّبات سے پاک ہوں، عقل صحیح اور قلب سلیم رکھتے ہوں۔تیسرا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کو صرف پاکیزہ لوگ ہی چھوسکتے ہیں یا چھونا چاہیے۔مشرک اورناپاک لوگوں کو ہاتھ نہ لگانا چاہیے۔اسی آیت سے بعض علماء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ بے وضو لوگوں کو قرآن کو ہاتھ نہ لگانا چاہیے۔لیکن راجح تر بات یہی ہے کہ بے وضو بھی قرآن کو چھوسکتا اور تلاوت کرسکتا ہے۔صرف جنبی اور حیض ونفاس والی عورت قرآن کو چھو نہیں سکتے جب تک پاک نہ ہوں۔البتہ حیض ونفاس والی عورت زبانی قرآن پڑھ بھی سکتی ہے اور پڑھا بھی سکتی ہے۔(تیسیر القرآن:366/4)

(2) یعنی قرآن کریم کو صرف ملائکہ کرام ہی چھوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام آفات، گناہوں اور عیوب سے پاک کیا ہے۔جب قرآن کو پاک ہستیوں کے سوا کوئی نہیں چھوتا اور ناپاک اور شیاطین اس کو چھو نہیں سکتے تو آیت کریمہ تنبیہاً اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ پاک شخص کے سوا کسی کے لیے قرآن کو چھونا جائز نہیں۔(تفسیر سعدی:2693/3)

﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے''(80)

سوال:﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے''نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ قرآن مجید کی چوتھی صفت ہے۔ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یعنی یہ قرآن اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔وہ ویسا نہیں ہے جو وہ کہتے ہیں کہ یہ جادوگری، کہانت یا شاعری ہے بلکہ وہ حق ہے جس میں کوئی شک نہیں اور نہ اس کے ماوراء کوئی نفع دینے والا حق ہے۔(الاساس:5701/10)

(2) یہ قرآن جو ان صفات جلیلہ سے موصوف ہے، رب کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہے جو دینی اور دنیاوی نعمتوں کے ذریعے سے اپنے بندوں کی تربیت کرتا ہے، وہ جلیل ترین چیز جس کے ذریعے سے اس نے اپنے بندوں کی تربیت کی، اس قرآن کو نازل کرنا ہے جو دونوں جہانوں کے مصالح پر مشتمل ہے، جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ایسا رحم فرمایا ہے کہ وہ اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ان پر واجب ہے کہ وہ اس قرآن کو قائم کریں، برسرعام اس کا اعلان کریں، اس کی طرف لوگوں کو دعوت دیں اور اس کو کھلم کھلا بیان کریں۔(تفسیر سعدی:2694,2693/3)

(3) قرآن مجید میں جو صداقت ہے اس سے زیادہ کوئی صداقت ہو نہیں سکتی۔

﴿اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ﴾

''تو کیا تم اس کلام سے بے اعتنائی برتنے والے ہو؟'' (81)

سوال:﴿اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ﴾''تو کیا تم اس کلام سے بے اعتنائی برتنے والے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ﴾''تو کیا تم اس کلام سے''یعنی قرآن۔

(2)﴿اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ﴾''تم اس سے بے اعتنائی برتنے والے ہو؟''یعنی تم نے جھٹلانے والوں کے لیے نرمی اختیار کر لی ہے جس سے ان کے دل اس کو جھٹلانے اور اس کا انکار کرنے سے بھر گئے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1576)

(3) مدھنون۔دھن بمعنی روغن،تیل،چکنائی اور ادھن بمعنی کسی چیز کو تیل لگا کر نرم کرنا۔مداہنت کے کئی معنی ہیں۔مثلاً کسی بات میں لچک پیدا کر لینا۔ڈھیلا پڑنا۔منافقت کا رویہ اختیار کرنا۔کسی چیز کو اپنی سنجیدہ توجہ کے قابل ہی نہ سمجھنا۔(تیسیر القرآن:4/366)

(4) یعنی کیا تم اس کتاب عظیم اور ذکر حکیم کو مخلوق کے خوف،ان کی عار اور ان کی زبانوں کے ڈر سے چھپاتے ہو؟ ایسا کرنا مناسب ہے نہ لائق شان ہے۔لائق شان اور مناسب تو یہ ہے کہ اس بات میں مداہنت کی جائے جس کے بارے میں انسان کو وثوق حاصل نہ ہو۔رہا قرآن کریم تو یہ ایسا حق ہے کہ جب بھی کوئی مقابلہ کرنے والا اس قرآن کے ذریعے سے مقابلہ کرتا ہے تو یہی غالب آتا ہے اور کوئی بھی حملہ آور اگر اس قرآن کے ساتھ حملہ کرتا ہے تو یہ اپنے مدمقابل کے مقابلے میں کامیاب رہتا ہے۔قرآن ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں مداہنت کی جائے نہ اسے چھپایا جائے بلکہ برسر عام اس کا اعلان کیا جائے۔(تفسیر سعدی:3/2694)

﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾

''اور تم اپنا حصہ یہی ٹھہراتے ہو کہ یقیناً تم اسے جھٹلاتے رہو'' (82)

سوال:﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾''اور تم اپنا حصہ یہی ٹھہراتے ہو کہ یقیناً تم اسے جھٹلاتے رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ﴾''اور تم اپنا حصہ یہی ٹھہراتے ہو''یعنی تم اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر اس کا شکر ادا کرنے کی بجائے۔

(2)﴿اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾''یقیناً تم اسے جھٹلاتے رہو''یعنی تم اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتے ہو کہ بارش فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی۔

(3) سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:تم اپنے رزق کا شکر یوں ادا کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتے ہو اور کہتے ہو کہ مینہ ہم پر فلاں نچھتر اور فلاں ستارے کے سبب سے برسا ہے۔(ترمذی۔ابواب التفسیر)

﴿فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ﴾

''پھر کیوں نہیں! جب جان حلق تک پہنچ جاتی ہے'' (83)

سوال:﴿فَلَوۡلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الۡحُلۡقُوۡمَ﴾ ''پھر کیوں نہیں! جب جان حلق تک پہنچ جاتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَوۡلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الۡحُلۡقُوۡمَ﴾ ''پھر کیوں نہیں! جب جان حلق تک پہنچ جاتی ہے'' یعنی ایک شخص جو اپنی زندگی کے اختتام کو پہنچ گیا۔سکرات کا عالم ہے، آخری سانسیں ہیں۔روح حلق تک آن پہنچی ہے۔اردگرد سب بیٹھے حسرت سے دیکھ رہے ہیں۔جیسا کہ فرمایا: ﴿كَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ(۲۶)وَقِيۡلَ مَنۡ سکتۃ رَاقٍ(۲۷)وَّظَنَّ اَنَّهُ الۡفِرَاقُ(۲۸)وَالۡتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ(۲۹)اِلٰى رَبِّكَ يَوۡمَئِذِ ۨالۡمَسَاقُ(۳۰)﴾ ''ہرگز نہیں! جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی۔ اور کہا جائے گا:''کون ہے دم کرنے والا؟'' اور وہ یقین کرے گا کہ یقینا اب جدائی کا وقت ہے۔اور پنڈلی سے پنڈلی جڑ جائے گی۔اُس دن تیرے رب کی طرف روانگی ہے۔'' (القیامۃ:26-30)

(2) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے۔ہم قبر کے پاس پہنچے تو ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تھی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہوں (نہایت پرسکون اور خاموشی سے بیٹھے تھے) آپ ﷺ کے ہاتھ میں چھڑی تھی آپ اس سے زمین کرید رہے تھے آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر کی امان مانگو۔آپ نے یہ دو یا تین بار فرمایا۔پھر فرمایا کہ بندہ مومن جب رخصتی اور سفر آخرت پر جانے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے روشن چہروں والے فرشتے ''جن کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں'' آتے ہیں، ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی حنوط ہوتی ہے، تاحد نگاہ وہ بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے نفس مطمئنہ! اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور خوشنودی کی طرف نکل چل، چنانچہ اس کی روح اس طرح بہہ کر نکل جاتی ہے جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی کا قطرہ بہہ جاتا ہے۔

﴿وَاَنۡتُمۡ حِيۡنَئِذٍ تَنۡظُرُوۡنَ﴾

''اور تم اُس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو'' (84)

سوال:﴿وَاَنۡتُمۡ حِيۡنَئِذٍ تَنۡظُرُوۡنَ﴾ ''اور تم اُس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنۡتُمۡ حِيۡنَئِذٍ تَنۡظُرُوۡنَ﴾ ''اور تم اُس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو'' یعنی موت کے وقت تم اپنے مریض کے پاس بیٹھے سکرات موت کو دیکھ رہے ہوتے ہو۔

(2) یعنی تم اس وقت اللہ تعالیٰ کے اختیار، اس کے حکم اور اس کی بادشاہت کو میت میں دیکھ رہے ہوتے ہو۔

﴿وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡكُمۡ وَلٰكِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ﴾

''اور ہم تم سے زیادہ اُس کے قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے'' (85)

سوال:﴿وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡكُمۡ وَلٰـكِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ﴾''اور ہم تم سے زیادہ اُس کے قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡكُمۡ﴾''اور ہم تم سے زیادہ اُس کے قریب ہوتے ہیں''یعنی ہم اپنے فرشتوں اور اپنے علم اور اپنی قدرت کے ذریعے تم سے زیادہ مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں۔

(2)﴿وَلٰـكِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ﴾''لیکن تم نہیں دیکھ سکتے''لیکن تم فرشتوں کو دیکھ نہیں سکتے۔

(3) اللہ تعالیٰ اپنے علم کے اعتبار سے مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں۔یہاں آ کر انسان کے علم اور قدرت کی حدود ختم ہو جاتی ہیں، جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اور انسان زبانِ حال سے اعتراف کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ لامحدود قوت کا مالک ہے۔

(4)﴿وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ وَيُرۡسِلُ عَلَيۡكُمۡ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ تَوَفَّتۡهُ رُسُلُنَا وَهُمۡ لَا يُفَرِّطُوۡنَ (٦١) ثُمَّ رُدُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ مَوۡلٰٮهُمُ الۡحَـقِّ ؕ اَلَا لَهُ الۡحُكۡمُ وَهُوَ اَسۡرَعُ الۡحٰسِبِيۡنَ (٦٢)﴾''اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے، ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کو قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا حقیقی مالک ہے، سُن لو! حکم اُسی کا ہے اور وہ سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے۔'' (الانعام:62,61)

﴿فَلَوۡلَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ غَيۡرَ مَدِيۡنِيۡنَ﴾

''سو کیوں نہیں! اگر تم کسی کے محکوم نہیں ہو'' (86)

سوال:﴿فَلَوۡلَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ غَيۡرَ مَدِيۡنِيۡنَ﴾''سو کیوں نہیں! اگر تم کسی کے محکوم نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَوۡلَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ غَيۡرَ مَدِيۡنِيۡنَ﴾''سو کیوں نہیں! اگر تم کسی کے محکوم نہیں ہو''یعنی اگر تم سب حساب دینے والے نہیں ہو اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا نہیں ملنی۔

(2) یہ سوال ایسے موقع پر کیا گیا ہے جب انسان کی روح بھی اعتراف کر لیتی ہے کہ میری قوت محدود ہے،کوئی لامحدود قوت والا ہے جس کا مجھ پر اور مجھ جیسوں پر پورا اختیار ہے۔ایسے موقع پر کہا گیا کہ تم اگر کسی کے محکوم نہیں ہو اور اپنی بات میں سچے ہو تو اس جان کو لوٹا لاؤ۔

(3) یعنی بھلا جب تم اس زعم باطل میں مبتلا ہو کہ تمھیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا نہ تمھارا حساب کتاب کر کے تمھیں جزا و سزا دی جائے گی تو تم روح کو بدن میں واپس کیوں نہیں لے آتے۔ (تفسیر سعدی:2694/3)

﴿تَرْجِعُوْنَهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''اگر تم اس میں سچے ہوتو اس جان کو واپس لوٹا لاتے'' (87)

سوال:﴿تَرْجِعُوْنَهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾''اگر تم اس میں سچے ہوتو اس جان کو واپس لوٹا لاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَرْجِعُوْنَهَا﴾''تو اس جان کو واپس لوٹا لاتے''یعنی اگر موت کے بعد کی زندگی اور جزا سزا کو نہیں مانتے تو روح کو نکلنے کیوں دیتے ہو۔اسے واپس کیوں نہیں لاتے۔

(2)جب تمہارا موت اور زندگی میں کوئی دخل نہیں تو موت کے بعد کی زندگی کو کیوں نہیں مانتے؟

(3)﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾''اگر تم اس میں سچے ہو''موت کے وقت تم سچائی کے تجربے سے گزرتے ہو۔میت کا مشاہدہ تمہیں یقین دلاتا ہے کہ اس بدن میں روح ڈالنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اپنے حکم سے اسے نکلوا رہا ہے۔تمہیں اپنی بے بسی کا یقین بھی آجاتا ہے تو پھر محمد ﷺ جو کچھ لے کر آئے ہیں اسے مان کیوں نہیں لیتے؟اس کا اقرار کرلو۔اگر نہیں مانو گے تو دیکھ لو ایسے ہی تم نے بھی اپنے رب کے پاس چلے جانا ہے۔پھر سوچو تمہارا کیا انجام ہوگا؟

﴿فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾

''پھر اگر وہ مقربین میں سے ہے'' (88)

سوال:﴿فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾''پھر اگر وہ مقربین میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾''پھر اگر وہ مقربین میں سے ہے''اللہ رب العزت نے اس سورت کے آغاز میں جن تین گروہوں کا ذکر فرمایا تو آخر میں موت کے وقت کا ذکر کیا جب بندہ اپنے انجام کو پہنچتا ہے اس وقت کیا کیفیت ہوگی؟حقیقت یہ ہے کہ کسی راستے کا تعین اس کے انجام کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:اگر مرنے والا مقرب بندوں میں سے ہوگا یعنی وہ اپنی زندگی میں واجبات و مستحبات پر عمل کرنے والا اور حرام اور مکروہ اور بے فائدہ مباحات سے بچنے والا ہوگا۔(3)اللہ تعالیٰ کے قرب کے راستوں میں سے پہلا راستہ واجبات کا ہے پھر مستحبات کا اور قرب کے لیے حرام اور مکروہات اور بے فائدہ کاموں سے اجتناب ضروری ہے۔

﴿فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ﴾

''تو راحت اور خوشبودار پھول اور نعمت والی جنت ہے'' (89)

سوال:﴿فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ﴾''تو راحت اور خوشبودار پھول اور نعمت والی جنت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَرَوْحٌ﴾ ''تو راحت'' مقرب لوگوں کے لیے راحت، سرور اور قلبی، ذہنی اور روحانی نعمتیں ہوں گی۔

(2)﴿وَّرَيْحَانٌ﴾ ''اور خوشبودار پھول'' اس سے مراد معروف خوشبو ہے۔

(3)﴿وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ﴾ ''اور نعمت والی جنت ہے'' یعنی اس میں ایسی نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی انسان نے ان کا تصور کیا ہے۔

(4) مقربین کو سکرات موت کے وقت فرشتے مبارک دیتے ہیں اور بشارت دیتے ہیں کہ تم راحت اور سرور کی زندگی کی طرف چلو۔

﴿يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (۲۷) ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (۲۸) فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ (۲۹) وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (۳۰)﴾

''اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ، راضی ہونے والی، پسند کی ہوئی ہو۔ چنانچہ میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ۔ اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' (الفجر:27-30)

(5)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (۳۰) نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْۤ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (۳۱) نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (۳۲)﴾ ''یقینا جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لیے وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اُس میں وہ کچھ ہے جو تم طلب کرو گے۔ بے حد بخشنے والے بے حد رحم والے کی جناب سے مہمان نوازی کے طور پر۔'' (حم السجدہ:30-32)

﴿وَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾

''اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو'' (90)

سوال: ﴿وَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾ ''اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾ ''اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو'' اصحاب الیمین وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کو ادا کیا اور اس کے حرام کردہ امور کو ترک کر دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے کچھ حقوق کے بارے میں کوتاہی ہوئی لیکن اس سے ان کے ایمان میں جو کمی آئی وہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کے ذریعے اور بعد میں نیک اعمال کے ذریعے پوری کر لی۔

(2) فرشتے اصحاب الیمین کو خوشخبری دیتے ہیں کہ آپ کے لیے امن اور سلامتی ہے۔

﴿فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾

''تو سلام ہے تجھ پر! کہ تو دائیں ہاتھ والوں میں سے ہے'' (91)

سوال: ﴿فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾ ''تو سلام ہے تجھ پر! کہ تو دائیں ہاتھ والوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾ ''تو سلام ہے تجھ پر! کہ تو دائیں ہاتھ والوں میں سے ہے'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ سلام اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے ہوگا۔ (جامع البیان: 220/2)

(2) سلام یعنی آپ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہیں۔

(3) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ﴿فَسَلٰمٌ لَّكَ﴾ کے معنی ہیں: تیرے لیے یہ بات تسلیم کرلی گئی ہے کہ تو اصحٰب الیمین سے ہے۔ اس میں لفظ اِنَّ حذف کر کے اس کے معنی قائم رکھے گئے ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کہے: میں اب تھوڑی دیر میں سفر کرنے والا ہوں تو تو اس سے کہے ﴿انت مصدق مسافر عن قليل﴾ یہاں بھی ان کا لفظ محذوف ہے۔ کبھی سلام کا لفظ بطور دعا بھی استعمال ہوتا ہے اگر مرفوع ہو جیسا کہ فسقیا من الرجال نصب کے ساتھ ہو تو دعا کے معنی میں آتا ہے۔ (بخاری: تفسیر سورۃ الواقعہ)

﴿وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ﴾

''اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہ لوگوں میں سے ہوا'' (92)

سوال: ﴿وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ﴾ ''اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہ لوگوں میں سے ہوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ﴾ ''اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہ لوگوں میں سے ہوا'' یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بعث اور آخرت کو جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہوا جو ہدایت کے راستے سے بھٹک گئے، حق کو جھٹلا کر دور نکل گئے۔

﴿فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ﴾

''تو کھولتے ہوئے پانی سے ضیافت ہے'' (93)

سوال: ﴿فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ﴾ ''تو کھولتے ہوئے پانی سے ضیافت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ﴾ ''تو کھولتے ہوئے پانی سے ضیافت ہے'' یعنی جھٹلانے والے گمراہوں کی مہمان نوازی کھولتے ہوئے پانی سے ہوگی۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے

تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔''
(الکہف:29)

﴿وَّتَصۡلِيَةُ جَحِيۡمٍ﴾

''اور جہنم میں داخل کیا جانا ہے''(94)

سوال:﴿وَّتَصۡلِيَةُ جَحِيۡمٍ﴾''اور جہنم میں داخل کیا جانا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّتَصۡلِيَةُ جَحِيۡمٍ﴾''اور جہنم میں داخل کیا جانا ہے''یعنی جہنم کی آگ انہیں گھیر لے گی۔ان کی کھال کو بھون دے گی۔

(2)وہ آگ کی خوفناک لپٹوں میں جلتے بھنتے رہیں گے اور آگ ان کے دلوں تک پہنچ جائے گی۔

﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الۡيَقِيۡنِ﴾

''یقینا یہی قطعی حق ہے''(95)

سوال:﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الۡيَقِيۡنِ﴾''یقینا یہی قطعی حق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الۡيَقِيۡنِ﴾''یقینا یہی قطعی حق ہے''یعنی لوگوں کا تین گروہوں میں بٹ جانا ثابت شدہ حق ہے۔اعمال کی جزا و سزا حق ہے۔ان کے یقینی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(2)جیسے موت ایک اٹل حقیقت ہے اسی طرح جی اٹھنا بھی حق ہے۔

﴿فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ﴾

''چنانچہ اپنے ربِ عظیم کے نام کی آپ تسبیح کریں''(96)

سوال1:﴿فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ﴾''چنانچہ اپنے ربِ عظیم کے نام کی آپ تسبیح کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ﴾''چنانچہ اپنے ربِ عظیم کے نام کی آپ تسبیح کریں'' اللہ تعالیٰ نے حقائق کا علم دیا، اس کا فہم عطا کیا اور یقین نصیب فرمایا۔اس پر اس کی حمد و ثنا ہے۔یقیناً ہمارا رب پاک ہے، عظیم ہے اور بہت بلند ہے ان باتوں سے جو مشرک بناتے ہیں۔

(2)سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت کریمہ ﴿فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ﴾(الواقعہ:74) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو رکوع میں پڑھا کرو اور جس وقت آیت کریمہ ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى﴾ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو بحالت سجدہ پڑھا کرو۔(ابوداؤد:869)

سوال 2: العظیم اور الاعلیٰ میں کیا فرق ہے؟

جواب: (1) العظیم قرب پر دلالت کرتا ہے اور الاعلیٰ بُعد یعنی دوری پر۔

(2) پس وہ پاک ہے ہر ممکنہ قریب چیز سے زیادہ قریب ہے اور ہر چیز سے زیادہ قریب ہے اور وہ اعلیٰ ہے ہمارا ادراک اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ وہ ہر چیز کی بُعد (دوری) کی انتہا پر ہے۔ (تفسیر منیر: 306/14)

سوال 3: تسبیح وتحمید کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بڑے ہلکے ہیں، لیکن میزان میں بڑے بھاری اور رحمن کو بہت پیارے ہیں (اور وہ ہیں) ﴿سُبۡحَانَ اللهِ الۡعَظِیۡمِ سُبۡحَانَ اللهِ وَبِحَمۡدِهٖ﴾ "اللہ پاک ہے اپنی تعریفوں اور خوبیوں کے ساتھ۔ اللہ پاک ہے، عظمتوں والا ہے۔" (مسلم: 6847، بخاری: 6406)

(2) سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب کلام کی خبر نہ دوں؟ بے شک اللہ تعالیٰ کو جو سب سے زیادہ کلام محبوب ہے۔ ﴿سُبۡحَانَ اللهِ وَبِحَمۡدِهٖ﴾ اور ایک اور روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا۔ کون سا کلام افضل ہے؟ فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کے لیے پسند فرمایا: ﴿سُبۡحَانَ اللهِ وَبِحَمۡدِهٖ﴾ "اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے"۔ (مسلم)

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سو مرتبہ ﴿سُبۡحَانَ اللهِ وَبِحَمۡدِهٖ﴾ "اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے" پڑھا اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ زیادتی میں سمندر کے جھاگ کے برابر بھی کیوں نہ ہو۔ (بخاری، مسلم)

(4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس دنیا کی تمام چیزیں جن پر سورج کی روشنی پڑتی ہے ان سب چیزوں کے مقابلے میں مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دفعہ ﴿سُبۡحَانَ اللهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكۡبَرُ﴾ کہوں۔ (مسلم)

(5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح ﴿سُبۡحَانَ اللهِ﴾ "اللہ تعالیٰ پاک ہے" کہے اس کے اعمال نامہ میں ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی یا ایک ہزار گناہ معاف کیے جائیں گے۔ (مسلم)

رب العزت کا ارشاد ہے

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۙ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ

لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یقیناً وہ بلاشبہ قرآن ہے، بڑی عزت والا ہے۔

ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی گئی ہے۔

جسے پاک کیے گئے فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھوسکتا۔

تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

(سورۃ الواقعہ:80-77)